احکام اراضی

(مرکز تحقیق میں زیر طبع کتاب کا ایک باب)

نصرت علی اثیر

ملکیتِ زمین

مسائل اراضی میں زمین کی ملکیت کا پہلو بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ ملکیت اور عدم ملکیت سے حقوقِ زراعت بڑی حد تک متبدل ہوتے ہیں۔ اس لیے احکام اراضی میں ملکیت زمین کے احکام کی بحث ہمارا سر آغاز ہے۔

ملکیت کا مفہوم

ملکیت مَلَكَ يَمْلِكُ کے مصدر سے ماخوذ ہے۔ جس کا مفہوم کسی چیز یا جائیداد کے بارے میں حقِ تصرف کے مکمل اختیارات رکھنا ہے۔

قاموس میں اس کے معانی کو اس طرح پیش کیا گیا ہے۔

احتواہ قادِرًا علی الاِستِبدَادِ بِہ [1]

تاج العروس میں امام راغب کے حوالہ سے اس کے مفہوم کو اس طرح ظاہر کیا گیا ہے۔

الملك هو التصرف بالامر والنهى فى الجمهور [2]

یعنی ملکیت سے مراد کسی چیز پر جمہور میں کسی فرد کو امر و نہی کے تصرف کا حق حاصل ہونا ہے۔

ایس ڈبلیو فالن (Fallon) نے اپنی کتاب اردو انگلش لا اینڈ کمرشل ڈکشنری میں ملکیت کے مفہوم کو درج ذیل الفاظ سے واضح کیا ہے۔

1. Proprietary right in land.
2. Landed or real Property.

---

[1] ص ۱۷۱ ج ۲ مصنفہ محمد الدین محمد آبادی مطبوعہ منشی نولکشور پریس لکھنؤ ۱۳۲۴ھ

[2] ص ۱۸۰ ج ۷، تاج العروس من جواہر القاموس سید محمد مرتضیٰ حسینی

یعنی زمین یا اس طرح کی کسی حقیقی جائیداد پر کسی (فرد یا قوم) کے ترجیحی حقوق ۔
قوانین وضعیہ میں ملکیت کی تعریف مختلف الفاظ میں ملتی ہے ۔ مصری قانون میں
"الملكية هي الحق للمالك في الانتفاع بما يملكه، والتصرف فيه بطريقة مطلقة"[1]
یعنی ملکیت مالک کا وہ حق ہے ۔ جس کی وجہ سے اسے اپنی چیز سے نفع حاصل کرنے اور اس میں مطلق طریقے سے تصرف کرنے کا اختیار ہے ۔
جناب عبدالرزاق سنہوری نے مصری قانون کی دفعہ ۸۰۲ سے جو ملکیت کی تعریف اخذ کی ہے وہ قدرے اور واضح معانی کا پتہ دیتی ہے ۔ وہ لکھتے ہیں :
أن حق ملكية الشئ هو حق الاستئثار باستعماله وباستغلاله وبالتصرف فيه، على وجه دائم، وكل ذلك في حدود القانون[2]
یعنی کسی چیز کی ملکیت کا حق اس چیز کے استعمال ، اور تصرف میں کلی وجوہ میں زیادہ طور پر مؤثر ہونے کا تقاضا کرتا ہے ۔ لیکن یہ سب کچھ قانون کی حدود کے اندر ہی ہو ۔
ابن سبکی نے ملکیت کی اس قسم کی تعریف پر اعتراض کیا ہے ۔ ان کے کہنے کے مطابق ولی ہمیشہ مال میں تصرف کرنے میں مختار رہتا ہے لیکن وہ مالک نہیں ہوتا[3] اسی طرح ایک مانع کا وجود مسلّم ہے جس کا ذکر تعریف میں ضروری ہے ۔ صدر الشریعہ نے ملکیت سے مراد انسان اور مملوک شے کے درمیان وہ تعلق مراد لیا ہے جو اسے شے میں مطلق تصرف کا اختیار دیتا ہے اور اس میں دوسرے کسی فرد کے تصرف کو روکتا ہے ۔ اس تعریف میں بھی تصرف کے حق کو ہی ملکیت کے ہم معنی ٹھہرا لیا گیا ہے ۔ جبکہ ملکیت کی بنیاد پر حاصل ہونے والے دیگر کئی حقوق جو کسی فرد کو حاصل ہوتے ہیں وہ شامل نہیں ہیں ۔ مثلاً حق عدالت یا حق امانت ۔ غرضیکہ تعریفِ ملکیت میں قانونی معانی و مفاہیم کو کما حقہ، جگہ دینے کے لیے مندرجہ ذیل امور کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے ۔

---

[1] الوسیط ج ۸ ص ۴۹۳ ۔ [2] ایضاً
[3] ابن نجیم المصری الاشباہ والنظائر مطبوعہ مصر ۱۲۹۸ھ ص ۱۸۹ ۔

ا ۔ اس تعلق یا تخصص کا اظہار جو کسی انسان کا کسی شے سے ہے ۔
ب ۔ شے سے اپنے تعلق یا تخصص کی بنیاد پر حق تصرف اور حق انتفاع کی قدرت ۔
ج ۔ حق تصرف یا حق انتفاع میں کوئی مانع نہ ہو مثلاً صغر سنی یا جنون ۔
د ۔ حق تصرف یا حق انتفاع اصالۃً اور وکالۃً مکمل طور پر ہو ۔

شریعت اسلامی کی روح کو مد نظر رکھ کر مندرجہ بالا امور کی روشنی میں ملکیت کی تعریف ان الفاظ میں ہوگی ۔

"اختصاص انسان بشئ یخوله شرعا الانتفاع والتصرف فیه وحده ابتدا الالمانع"

یعنی کسی انسان کا کسی شی پر تصرف و انتفاع کا وہ خصوصی حق ہے جس میں وہ منفرد ہے اور اس حق کی ابتدار میں کسی قسم کا کوئی مانع نہ ہو ۔

ملکیت کا تصوّر اسلام میں

اسلام کا تصوّر ملکیت جانچنے کے لیے ہمارے پاس صرف دو بنیادی مراجع ہیں ۔ (۱) قرآن مجید (۲) سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۔

قرآن و سنت کی روشنی میں ہمیں فقہائے کرام کی آرار سے بھی مدد مل سکتی ہے ۔ لہٰذا ذیل میں بالترتیب ہم ان مراجع کی طرف رجوع کرتے ہیں ۔

قرآن مجید کے مطالعہ سے پہلی چیز جو ہمارے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ کائنات کی ہر شے کی مالک حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے ۔ آیات قرآن مجید ملاحظہ ہوں :

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۔ (سورۃ النجم ۳۱)

یعنی اے اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے ۔

اَللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۔ (آل عمران ۲۶)

یعنی اے اللہ بادشاہت کے مالک تو جسے چاہتا ہے بادشاہت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بادشاہت چھین لیتا ہے ۔

قرآن مجید سے دوسری بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں مخلوق کے حلقۂ اختیار میں دے دی ہیں ۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے :

۱ ۔ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۔ (البقرہ)

اور تمہارے لیے زمین میں ٹھہرنا اور فائدہ اٹھانا ایک خاص وقت تک ہے ۔

۲ ۔ وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ ۔

(اعراف)

اور بے شک ہم نے تمہیں زمین میں قدرت و اختیار کے ساتھ بسایا اور متمکن کیا اور تمہارے لیے اس میں سامان معاش رکھا ۔

پھر اس عمومی فیض کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کی تقسیم کے حوالہ سے ملکیتِ خاص کی طرف اس طرح اشارہ کرتے ہیں ۔

إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۔ (اعراف ۱۲۸)

بیشک زمین صرف اللہ کی ہے ۔ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے ۔

زمین کی ملکیت بخشنے کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اس کی پیداوار سے انفاق فی سبیل اللہ کی طرف توجہ دلاتا ہے ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ (بقرہ: ۲۶۷)

یعنی اے ایمان والو خرچ کرو اپنی پاک کمائیوں سے اور ان چیزوں سے جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالی ہیں ۔

اور ایک دوسری جگہ فرمایا :

كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ ۔ (سورہ انعام ۱۴۱)

اس کے پھلوں میں سے کھاؤ جبکہ وہ پھل لائے اور اس کی فصل کٹنے کے دن اس کا حق ادا کرو ۔

سورۃ النجم میں انسان کی انفرادی ملکیت کو اس طرح واضح بیان کیا کہ
وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۔
اور یہ کہ نہیں ہے انسان کے لیے مگر صرف وہ جو اس نے کمایا۔
ایک دوسری جگہ انفرادی کمائی کو انفرادی ملکیت ٹھہراتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فلنفسه ومن اَسَاءَ فَعَلَيْهَا ۔ (سورۃ الجاثیہ)
جس نے نیک اور صالح عمل کیا وہ اسی کے لیے ہے اور جس نے بُرا کیا اس کا ضرر اور وبال اس پر ہوگا۔

قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیات سے یہ بات مستنبط ہوتی ہے کہ کسی شخص کو اللہ تعالیٰ جو کچھ اس کی محنت اور کوشش سے بخشتا ہے وہ اسی کا ہے اور اس کو اس کے تصرف پہ پورے اختیار ہیں۔
احادیث رسول کریم اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کریں تو ان آیات قرآنی کو مزید سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔

١ ۔عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من احيا ارضا ميتةً فهي له ۔ (ترمذی)	حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کسی نے مردہ زمین کو آباد کیا وہ اسی کی ہے۔
٢ ۔ عن عروه قال اشهد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قضى ان الارض ارض الله و العباد عباد الله ومن احيٰى مَوَاتًا فهو اَحَقُّ بِهَا ۔ (سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۸۲)	حضرت عروہ سے روایت ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین اللہ کی زمین ہے اور بندے اللہ کے بندے ہیں جس نے بھی بنجر و بے آباد زمین آباد کی وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔
عن سعيد بن زيد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اخذ شبرًا من الارض	حضرت سعید بن زید فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کسی نے دوسرے کی بالشت بھر

ظلما فانه یطوقه یوم القیامة من سبع ارضین (صحیح مسلم)	زمین ظلم اور زیادتی کے ساتھ لی قیامت کے دن اس زمین کے ساتوں طبقے اسکے گلے میں طوق بنا کر ڈالے جائیں گے۔

مذکورہ بالا آیاتِ قرآنی اور احادیث مبارکہ کے مطالعہ سے مندرجہ ذیل پہلو سامنے آتے ہیں۔ جن میں اسلام کے تصور ملکیت کے مفہوم کا پتہ چلتا ہے۔

۱۔ جس کسی نے زمین پر محنت کی اور اسے آباد کیا۔ وہ اس زمین کا مالک بن گیا۔

۲۔ جس کسی نے بھی دوسرے کی آباد کی ہوئی زمین چھیننے کی کوشش کی اس کو زبردست عذاب کی وعید سنائی گئی۔

۳۔ زمین پر جو جس قدر محنت کرے گا وہ اس کے ثمرات کا مکمل مالک ہوگا۔ کسی کی محنت یا پیداوار پر کسی قسم کی کوئی تحدید نہیں۔

۴۔ زمین کا مالک خدا ہے وہ جس کو جتنی چاہے دے اور جس سے چاہے جتنی چھین لے۔

۵۔ انسان کو اپنی محنت سے جتنا کچھ حاصل ہو اس سے اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔

فقہائے کرام نے اشیاء کی ملکیت کو ان کے خواص کے احکام کے حوالے سے مشروط کیا ہے۔ اس لیے فقہاء نے اشیاء کو دو حصّوں میں بانٹ دیا ہے ایک قسم کی وہ اشیاء ہیں جن کی ملکیت جائز ہے اور دوسری قسم کی وہ اشیاء ہیں جن کی ملکیت ممکن نہیں۔

۱۔ وہ اشیاء جن سے شرعی طور پر کسی قسم کا کوئی مفاد اٹھانا ممکن نہیں وہ کسی کی ملکیت نہیں بن سکتیں مثلاً حشرات الارض۔

۲۔ وہ اشیاء جن کو شریعت اسلامیہ نے حرام قرار دیا ہے۔ وہ بھی کسی کی ملکیت میں نہیں آسکتیں مثلاً شراب، خنزیر اور مردار وغیرہ۔

حنفی، مالکی اور زیدی فقہاء کے نزدیک حرام اشیاء ذمی کی ملکیت میں آسکتی ہیں لیکن شافعی اور ظاہری فقہاء کے نزدیک ان کی نسبت ملکیت ذمی کی طرف بھی جائز نہیں۔ حنبلی فقہاء میں جمہور کے نزدیک ان کی مالیت مسلم و ذمی دونوں کے لیے ممکن نہیں۔ تاہم بعض علماء بایں طور اس کو مالیت مانتے ہیں کہ اگر کسی ذمی کی شراب پر کوئی مسلمان

قابض ہو جائے تو مسلمان کو وہ شراب ذمی کو لوٹانا پڑے گی اور اس طرح ذمی کی ملکیت ایک طور پر مستنبط ہوتی ہے۔

۳۔ لہو و لعب کی اشیاء پر بھی ملکیت فقہاء کے نزدیک جائز نہیں۔

۴۔ احترامِ قانون ملکی کے حوالہ سے جن چیزوں کی ملکیت رکھنا منع ہو اگرچہ وہ شرعی طور پر قابلِ ملکیت ہوں، فقہاء کے نزدیک ان کی ملکیت حاصل کرنا ناجائز ہوگا۔ مثلاً حشیش، افیون وغیرہ۔

مندرجہ بالا استثنائی اشیاء کے علاوہ تمام اشیاء کی ملکیت فقہائے کرام کے نزدیک متفق طور پر جائز ہے۔ چاہے یہ ملکیت شخصی ہو یا اجتماعی۔ تاہم فقہائے کرام نے شریعتِ اسلامیہ کی تعلیمات کی رو سے ملکیت کو چند شرائط سے مقید کیا ہے۔

۱۔ ملکیت کسی مفادِ عامہ کے لیے باعثِ ضرر نہ ہو۔

۲۔ ملکیت کی بنیاد کسبِ حرام نہ ہو۔

۳۔ ملکیت میں تصرف شرعی حدود کے اندر رہے۔

اسبابِ ملکیت

شریعتِ اسلامیہ کی رو سے مندرجہ ذیل امور کی بنیاد پر حاصل ہونے والی اشیاء کسی فرد کی ملکیت میں جائز طور پر شامل ہو سکتی ہیں۔ یہ اسباب ملکیت حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ حقِ وراثت۔

۲۔ ذاتی خرید۔

۳۔ کسبِ حلال۔

۴۔ حصۂ غنائم۔

۵۔ انعام و اکرام

۶۔ اباحت

آثارِ ملکیت

ملکیت کے حاصل ہونے پر مالک کو جو حقوق حاصل ہوتے ہیں اور ان پر جو احکام و نتائج مرتب ہو سکتے ہیں وہ سب آثارِ ملکیت کے زمرہ میں آتے ہیں جن

کا اجمال حسب ذیل ہے:

۱۔ آزادانہ تصرف کا اختیار مالک کو اپنی مملوکہ اشیاء کے استعمال، استغلال اور انتفاع کا آزادانہ اور بلا روک ٹوک حق حاصل ہے۔ تاہم اس اختیار کو مفادِ عامہ اور شرعی حدود سے مقید مانا گیا ہے۔

۲۔ دوسرے کی تعدی پر ممانعت کا حق مالک کو اپنی مملوکہ اشیاء کی حفاظت اور ان سے استفادہ میں کسی دیگر فرد کی ناجائز مداخلت، ممانعت اور مزاحمت پر احتجاج کا حق حاصل ہے اور قانون اس حق کے حوالہ سے تعدی کرنے والے کی گرفت کا ضامن ہے۔

۳۔ شرعی التزامات کا نفاذ شریعت اسلامیہ ہر انسان کے حقوق و فرائض کا تعین کرتی ہے۔ وہ کسی شخص کو اپنی اشیاء کی ملکیت کی بنیاد پر کسی دوسرے شخص کے حق کو نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں دیتی۔ اس لیے ملکیت کے آثار کے حوالہ سے مالک کو شرعی لوازمات کا پابند بنایا گیا ہے اور اسے اپنی ملکیت کی بنیاد پر شرعی لوازمات کی ادائیگی کے بغیر کسی طور پر بھی رخصت نہیں۔ اس میں حقِ صلہ رحمی، حقِ سائل والمحروم اور حق ریاست جیسے حقوق کی پاسداری شامل ہے۔

اسلام اور جاگیرداری

اسلام کے حوالہ سے جاگیرداری کا جائزہ لینے سے پہلے بہتر ہوگا کہ پہلے جاگیرداری کا اجمالی طور پر کچھ پس منظر دیکھ لیں تاکہ اسلامی انقلاب کی تہہ سے اٹھنے والے اصلاحی اقدامات کا جاگیرداری پر پڑنے والے اثر کا اندازہ زیادہ بہتر طور پر کر سکیں۔ فالن (   ) نے اپنی قانونی لغت میں جاگیردار اور جاگیرداری کا مختصر طور پر لیکن بڑے جامع اشارات کے ساتھ معانی و مفاہیم کا احاطہ کیا ہے۔ فالن لکھتا ہے:

> " A grant of land made by Government to feud an individual as reward for some special good service".

"یعنی جاگیر سے مراد حکومت کی طرف سے کسی فرد کو قطعۂ زمین کی ایسی بخشش ہے جو اس کو اس کی کسی خاص قسم کی خدمت کے انعام کے طور پر دی جاتی ہے"

ابتدائی زمانہ میں زمین چونکہ تمام انسانوں کی ملکیت سمجھی جاتی تھی اور نفع اندوزی میں سب برابر کے حق دار ہوتے تھے۔ جو جس زمین کو پہلے اپنے استعمال میں لے آتا وہ اس کا حق دار بن جاتا۔ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اور انسانی آبادی کے بڑھنے سے زمین کی ملکیت کا شعور پرورش پانے لگا۔ ابتدائی قبضہ نے مستقل تصوّر ملکیت کو اجاگر کیا اور اس طرح خاندانی وراثت کے نظام سے زمین نسل در نسل ملکیت کے طور پر منتقل ہونے لگی۔ زیادہ زمین کا قبضہ زیادہ بڑے اقتدار اور حلقۂ اثر و رسوخ کی علامت بن گیا اور اس خواہش کے پیشِ نظر دوسروں کی زمینیں ہتھیانے اور لوگوں کو غلام بنانے کی روش پڑی۔ کاشتکاری غلاموں کا پیشہ بنتی گئی اور مالک زمین ہتھیانے اور دوسرے قبیلوں کو سرنگوں کرنے کے لیے جتھہ بندی میں مصروف رہے۔ آہستہ آہستہ اس نظام سے کاشتکاری میں غلاموں کی عدم دلچسپی کا عنصر بڑھنے لگا۔ اور اس طرح زمین کی پیداوار گھٹنے لگی چنانچہ مالکانِ زمین نے کاشتکاروں کو بھی پیداوار کے حصہ میں شریک کرنے کا سوچا تاکہ غلام کاشتکاروں کو ذاتی مفاد کی بنا پر زیادہ بہتر کاشتکاری کی فکر لاحق ہو۔

چنانچہ اس سلسلہ میں غلاموں کو زمین پٹہ پر دینے، بٹائی پر دینے اور مقررہ لگان پر دینے کا رواج پڑا۔ سلطنت روما میں لمبی لمبی زمینوں کی جاگیریں اس کی واضح مثال ہیں۔ لیکن یہ راہیں بھی عدم منافعت کی بنا پر کاشتکاروں کے لیے زیادہ پرکشش ثابت نہ ہوسکیں۔ چنانچہ پھر مالکانِ زمین نے "محدود ملکیت" کا ایک طریقہ نکالا جس میں کاشتکار کو اتنے اختیار مل گئے کہ وہی مالک نظر آتا۔ ایک مقررہ محصول ادا کرکے ساری پیداوار کے وہ خود مالک ہوتے۔ زمین کے مالک کو کسی قسم کی مداخلت کا اختیار نہ ہوتا، محصول کی عدم ادائیگی کی صورت میں کاشتکار کو بے دخل کرنے کی بھی اجازت نہ تھی کیونکہ کاشتکار کو جائیداد غیر منقولہ کے قبضہ کی بنیاد پر دوبارہ اسی زمین میں کاشتکاری کے حقوق مل جاتے۔ اس طرز عمل سے مالکانِ زمین کو بڑی ہزیمت اٹھانی پڑتی چنانچہ اس کے ردِّ عمل میں "جاگیرداری" کا نظام ابھرا جس میں اس کی تمام اچھی بری صورتیں رواج پائیں۔

اس نظامِ جاگیرداری میں بادشاہ اپنے مصاحبوں کو اپنا اثر و رسوخ قائم رکھنے اور عوام الناس سے بادشاہت کی اطاعت کروانے کے لیے زرعی ملکیت کا وسیع رقبہ بطور جاگیر عطا کرتا یہ نظام آہستہ آہستہ روم و فارس و یونان کے تمام علاقوں میں رواج پا گیا اور اس طرح اللہ کی زمین جاگیرداری کے ایک محدود طبقہ کے مفاد تک سمٹ کر رہ گئی۔

کاشتکار ایک زرعی غلام بن کر رہ گیا اور امراء و جاگیرداران کے مالک بن گئے کسی کاشتکار کو پیشۂ زراعت چھوڑنے، جاگیر کے بدلنے یا اپنی محنت سے خود کوئی ذریعہ معاش اپنا کر خود کفیل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ ظہورِ اسلام کے وقت ایران و روم کی سلطنتیں اس کا واضح ثبوت تھیں۔ یہاں کے لوگوں کو جب اسلامی انقلاب کی خبریں ملیں تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے انقلاب کا ان الفاظ میں شکریہ ادا کیا۔

فلما سمعنا بكم فرحنا بكم واعجبنا ذلك فلم نردكم عن شيء حتى اخرجتموهم [1]

پھر جب ہم نے آپ (مسلمانوں کی آمد) کی خبریں سنیں تو ہم بہت خوش ہوئے اور یہ بات ہمیں پسند آئی اسی لیے کسی چیز سے آپ لوگوں کو ہم نے نہیں روکا اور نہ مزاحمت کی بالآخر اُن (ایرانیوں) کو آپ لوگوں نے ہمارے درمیان سے نکال باہر کیا۔

اسلام اور جاگیرداری کے حوالہ سے اس بحث کو ہم صرف اسی موضوع تک محدود رکھیں گے کہ جاگیرداری کے مقتضیات اور نتائج میں اسلام کن کن پہلوؤں سے ایسی اصلاح تجویز کرتا ہے جو اس نظام کی قباحتوں سے کاشتکار کو نجات دلا کر اس کے فوائد و ثمرات سے اس کا دامن بھر دیتا ہے۔

جاگیرداری کے مقتضیات کو مختصر طور پر ہم مندرجہ ذیل پہلوؤں سے سامنے لاتے ہیں:

۱ ۔ حکومتی بخشش یا عطا۔

۲ ۔ زمین کے بڑے بڑے قطعات۔

۳ ۔ کاشتکار اور مالک کا براہِ راست تعلق۔

۴ ۔ کاشتکار کی طرف سے جملہ محنت اور مالک کی طرف سے صرف زمین۔

---

[1] کتاب الخراج ص ۵۲ بن آدم مطبوعہ مکتبہ علمیہ لاہور ۱۳۹۵ھ

۵ ۔ مالک کا صرف زمین دے کر پیداوار کا زیادہ سے زیادہ حصّہ دار بننا ۔
۶ ۔ کاشتکار سے ذاتی امور کی بے گار لینا ۔
۷ ۔ مالک کے سیاسی اثر و رسوخ اور کاشتکار کی غلامانہ حیثیت ۔

اسلام نے جس نظامِ زراعت کی بنیاد ڈالی اس میں عدل و توازن کو سب سے زیادہ ملحوظ رکھا گیا ۔ افراط و تفریط سے بچ کر تمام فریقوں کے حقوق و فرائض کو منصفانہ جدوجہد اور بھائی چارہ کی فضا میں پروان چڑھنے کا ماحول بنایا نہ تو انفرادی ملکیت پہ پابندی لگائی اور نہ ہی خالص اجتماعی ملکیت کا تصور دیا ۔ کاشتکار و زمین دار کو منصفانہ معاہدہ کرنے کا موقع دیا ۔ جس سے مزارعت کو مضاربت کے اصولوں پر ترویج دینے کی اجازت بخشی ۔ بے زمین کسانوں اور زمیندار طبقوں کو زیادہ سے زیادہ زمین رکھنے اور کاشت کرنے کی اجازت بخشی ۔ لیکن کسی کو زمین غیر آباد رکھنے اور مزارعین کے حقوق کے ساتھ کھیلنے کی چھٹی نہ دی ۔ حکومت کو تمام طبقات کی دادرسی کا اسلام کے دیئے گئے حقوق و فرائض کے چارٹر کی بنیاد پر، پابند بنایا ۔ ایران و روم کے امرار کی طرح زمینداروں کو کہیں بھی ترجیحی مراعات نہیں دی گئیں ۔ بلکہ مزارعین اور خود کاشتکار کسانوں کو مابہ الامتیاز فضائل سے ہمکنار کیا ۔ کسی مالک کو اسلام نے یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ کسی فرد سے اس کی مجبوری کے پیش نظر غیر منصفانہ معاہدہ کرے ۔ سود کی حرمت، مزدور کی اجرت اور مزارع کی حیثیت کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین اس کی بین شہادت ہیں ۔

اسلام میں زمینداری و جاگیرداری کا جس قدر جواز موجود ہے وہ آج کے مروجہ زمینداری و جاگیرداری نظام کو سندِ جواز نہیں بخشتا ۔ اس لیے کہ موجودہ زمینداری نظام کی بنیاد ظلم و تعدی پر رکھی گئی ہے موجودہ مزارعت یا زمین داری تقسیمِ دولت کی بجائے جمع دولت کو رواج دیتی ہے ۔ اسلام کے نظامِ وراثت کی تقسیم کو موجودہ نظام مفلوج اور ناقابلِ عمل بنا کر جاگیرداری کو ترویج دینے کی کوشش کرتا ہے ۔ اسلام کسی حکومت کو پابند نہیں کرتا کہ وہ کسی ایسے زمیندار پہ گرفت نہ کرے جو ظالمانہ طریقوں سے ہتھیائی گئی زمین کو بے کار رکھ کر قوم و ملک کے وسائل رزق میں کمی لانے کی کوشش کرے ۔ حکومت کو یہ اختیار ہے کہ وہ ہر اس زمیندار اور جاگیردار کا محاسبہ کرے جو اپنی زمینوں سے بھرپور محنت کے ساتھ بھرپور فائدہ نہیں اٹھا سکتا ۔

جو انہیں آباد کرنے کے لیے وہاں کی ضروریاتِ آبادی کا انتظام نہیں کرتا۔ زمین کی آبادکاری کے لیے جاگیردار اس بات کا پابند ہے کہ وہ اپنے قطعاتِ زمین میں آبپاشی اور رسل و رسائل کے ذرائع خود پیدا کرے۔ حیوانات کی پرورش اور رہائش کے لیے وہاں مکانات بنائے۔ زمین پر کام کرنے والوں کی رہائش گاہیں اور ضروریاتِ زندگی کی جملہ سہولیات وہاں پر پیدا کرے۔ کاشتکار حضرت کے بچوں کی پرورش، تعلیم، صحت اور دیگر ضروریات کی اپنی زمینداری کے قطعات میں ہر طرح سے سہولیات فراہم کرے۔ اگر کوئی جاگیردار یہ تمام فرائض بحسن و خوبی پورے کرے تو اس کو حق ہے کہ وہ اپنی زمین داری و جاگیرداری کے حقوق کا پورا پورا دعویٰ کرے اور کسی بھی حکومت کو یہ اجازت نہ ہوگی کہ وہ اس زمینداری کو گھٹانے کے لیے کسی قسم کا کوئی اقدام کرے۔ مولانا مناظر احسن گیلانی اپنی کتاب اسلامی معاشیات میں قرآن و حدیث کی تعلیمات کے آئینہ میں یہ بات واشگاف طور پر لکھ جاتے ہیں کہ کوئی بھی حکومت بڑے سے بڑا علاقہ کسی زمیندار یا فرد کو بطور جاگیر بخش سکتی ہے۔ کیونکہ حکم رسول ہیں ملکیتِ حقوق کے لیے شرط صرف اور صرف آبادکاری کی ہے۔ جو بھی کسی غیر آباد زمین کو آباد کرے گا اور مفادِ عامہ میں اس آبادکاری کے عمل سے کوئی گزند پہنچنے کا اندیشہ نہ ہوگا تو وہ ملکیت عین حق ہوگی اور بقول امام ابویوسف کسی حکومت یا حکومت کے حاکم کو یہ اجازت نہ ہوگی کہ وہ اس زمین کو واپس لینے کی کوشش کرے بے شک واپس لینے کی کوشش بمعنی غصب ہوگی اور یہ امر اسلامی تعلیمات کی رو سے ناجائز ہوگا۔ آباد کرنے والوں کو اس زمین میں خرید و فروخت اور وراثت کے پورے پورے حقوق حاصل ہوں گے۔ امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں:

لیس للامام ان یخرج شیئا من ید احد	کسی امام کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی سے کوئی شے نکال لے۔
فاما ما یاخذ الولاۃ من ید واحد ارضا واقطعھا اٰخر فھذا بمنزلۃ الغاصب غصب واحدا واعطی اٰخر[1]	پس جس کسی والی نے کسی سے زمین لے کر دوسرے کسی کو دے دی تو اس کی مثال غاصب کی سی ہوگی کہ جس میں اس نے ایک سے غصب کر کے دوسرے کو دیدیا۔

[1] ابویوسف، یعقوب بن ابراہیم۔ کتاب الخراج۔ نسخہ تیموریہ مطبوعہ دلاق ۱۳۰۲ھ ص ۶۳

فمن احیاھا وھی کذلك فھی له ویزرعھا ویزارعھا ویواجرھا، یکری منھا الانھار ویعمرھا بما فیھا مصلحتھا۔ فان کانت فی ارض العشر ادی عنھا العشر وان کانت فی ارض الخراج ادی عنھا۔[1]

پس جس کسی نے (زمین) آباد کی، تو وہ اس کی ہے وہ اس کو خود کاشت کرے، کسی سے کاشت کروائے ٹھیکہ پر دے اس میں نہریں بنا کر کرایہ پر چڑھائے اور اس میں وہ کچھ تعمیر کرے جو مصلحت عامہ کے لیے ضروری ہے اگر وہ زمین عشری ہے تو اسکی پیداوار سے عشر ادا کرے اور اگر خراجی ہو تو اس کا خراج ادا کرے۔

اسلامی نظام میں امام یا حکومت کے سربراہ کو مفاد عامہ کا محافظ بنایا گیا ہے۔ اس لیے اسے اراضی کے نظام کو بہتر بنانے اور کاشتکاروں کے حقوق و فرائض پر پوری نگرانی کرنے کا اختیار ہے۔ اسے زمین کی تقسیم اور عطا کے بھی اختیارات ہیں۔ لیکن عامۃ الناس کے مفاد کو ملحوظ رکھنا اس کا فرض اولین ہے۔ جس کو پیش نظر رکھ کر ہی وہ اپنے انتظامی اختیارات استعمال کرے گا۔ چراگاہیں، بستی کی ضروریات سے ملحق زمینیں، نمک، مٹی کے تیل اور پٹرول جیسی معدنیات سے وابستہ زمین تمام لوگوں کی ملکیت ہوتی ہیں اس لیے ان کا نظم و نسق حکومت کے ذمہ ہوتا ہے۔ کسی خاص فرد کو ان پر مالکانہ تصرف کا حق نہیں مل سکتا۔ غیر آباد اور بنجر زمینوں کی آبادکاری کے لیے سربراہ مملکت کو اختیار رہا ہے۔ کہ وہ کسی فرد کو بطور عطا یا جاگیر دے دے۔ اسی طرح بیت المال کی ملکیت میں دیگر آباد زمینوں کو بھی سلطان کاشتکاری کے لیے عطا و بخشش کرنے کے اختیار رکھتا ہے۔ سلطان کو مذکورہ زمینوں کو بٹائی پر دینے یا مقررہ لگان پر کاشت کرانے کے اختیارات ہیں اسلامی نظام زراعت میں اقطاع یا جاگیر بخشی کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

۱۔ حق ملکیت

پہلی صورت یہ ہے کہ سلطان کسی کو بیت المال کی کوئی اراضی ملکیتی حقوق کے ساتھ عطا کر دے اس صورت

---

[1] ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم۔ کتاب الخراج۔ نسخہ تیموریہ مطبوعہ ولاق ۱۳۰۲ھ ص۱۷

میں اس زمین پر اس فردِ مذکور کو تصرفات کے مکمل اختیار ہوں گے اور اس کے بعد یہ زمین اس کے وارثوں میں بحصصِ شرعیہ تقسیم ہوتی جائے گی۔ حکومت کو اس زمین کے واپس لینے کا بخشش کے بعد اختیار نہ ہوگا۔ بشرطیکہ عامۃ النّاس کے مفاد کے خلاف مالک زمین کوئی اقدام نہ کر رہا ہو۔

۲۔ حق ملکیت بشرط آبادکاری

حکومت کی اجازت سے اگر کوئی فرد بنجر و غیر آباد زمینوں کے قطعات آبادکاری پہ لے لے تو اسے بھی اس زمین پر تصرفات کے مکمل حقوق حاصل ہوں گے لیکن اگر فرد مذکور پانچ سال کے عرصہ تک اس زمین کو غیر آباد رکھے اور ان پہ آبادکاری کے سلسلہ میں کوئی اقدام نہ کرے تو حکومت کو اس زمین کے واپس لینے کے مکمل اختیارات ہوں گے۔

۳۔ حقوق کاشتکاری پر عطا

بعض دفعہ بیت المال یا حکومت کی زمین حاکم وقت کسی فرد کو کاشتکاری کے لیے دے دیتا ہے اور کاشتکار کو اس زمین کی پیداوار پہ عشر یا خراج دینا پڑتا ہے۔ اس زمین پر اس مالک کو مالکانہ حقوق تو حاصل نہیں ہوتے کہ وہ از خود اس زمین کی خرید و فروخت کر سکے۔ تاہم اس زمین کی کاشتکاری کے حقوق اس کے وارثوں میں نسل در نسل منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ پیداوار سے متعلق جملہ تصرفات کا کاشتکار یا اس کے ورثاء کو مکمل اختیار ہوتا ہے۔ یہ زمین بھی حکومت وقت واپس لینے کی صرف اسی وقت مجاز ہے جب اس کی کاشتکاری معطل ہو یا اس کا عشر یا خراج حکومت کو نہ مل رہا ہو۔

۴۔ عطائے زمین بہ مخصوص فرد برائے کاشتکاری

حکومت بعض دفعہ کسی مخصوص فرد کو اس کی زندگی تک کے لیے زمین کا کوئی قطعہ برائے کاشت دے دیتی ہے تو یہ عطا اس جاگیردار یا زمین دار کی زندگی تک جاری رہتی ہے۔ حاکم وقت

سکے بدلنے سے ان احکامات میں تبدیلی نہیں آسکتی لیکن زمیندار کی وفات کے بعد اس قطعۂ زمین کی کاشت کے حقوق اس کی اولاد کو منتقل نہیں ہوتے بلکہ دوبارہ حاکم وقت سے اس کی منظوری لینی پڑتی ہے۔

۵۔ جاگیر بلا تحدید مدت حکومت اسلامی شریعت کی رو سے کوئی قطعۂ زمین کسی فرد یا زمیندار کو اس طور پر بھی دے سکتی ہے کہ اس میں زمین کی کاشت کے لیے کوئی مدت معین نہیں ہوتی اور حکومت جب چاہے یہ جاگیر واپس لے سکتی ہے۔

۶۔ جاگیر برائے مقصد خاص اسلامی شریعت حکومت کو کسی فرد کو کوئی جاگیر کسی خاص زرعی پیداوار کے لیے دینے کی اجازت دیتی ہے۔ مثلاً گھوڑوں کی پرورش، جانوروں کی پرورش یا کسی خاص فصل کی کاشت کے حوالہ سے۔ تو اس صورت میں زمیندار شرائط کی پابندی کے ساتھ ہی اس زمین کو رکھ سکتا ہے جو زمین لیتے وقت اس کی حکومت کے ساتھ طے ہوئی تھیں۔ حکومت کو اختیار ہے کہ وہ اس زمین کو شرائط کی عدم تعمیل کی صورت میں واپس لے لے۔

جاگیرداری کی قباحتیں

اس سے قبل جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ جاگیر سے مراد حکومت کی طرف سے کسی فرد کو قطعات زمین کی ایسی بخشش ہے جو اس کو کسی خاص فرض کی ادائیگی یا کسی خدمت پر بطور انعام دی جاتی ہے۔ یہ نظام دنیا کے تمام خطوں میں بادشاہوں کے ہاتھوں پروان چڑھا۔ جنہیں اپنی دھاک بٹھائے رکھنے اور بھاری رقوم کو جمع کرنے کے لیے چند مخصوص امراء کو مختلف علاقوں میں جاگیریں بخشی جاتیں۔ امراء کو ان کی آبادکاری کا پابند نہیں رکھا جاتا تھا۔ حکومت یا بادشاہت جاگیر بخش کر صرف مقرر کردہ رقم لینے کی مجاز ہوتی جبکہ باقی اس علاقے اور علاقے کی عوام کے متعلق فیصلے کرنے کا اختیار انہی امراء کو حاصل ہوتا۔ ان کے ذاتی عقوبت خانے ہوتے۔ جہاں وہ اپنے نافرمانوں کو اذیت ناک سزائیں

کے ذریعے ان کی سرکشی کا علاج کرتے، علاقہ کے کسی فرد کی ملکیت، عزت اور اولاد ان امرا کے رحم وکرم پر ہوتی ۔ اس صورتِ حال کے مناظر ہندوستان کی تاریخ میں بڑے نمایاں ہیں۔

راجوں کی راجدھانیوں سے لے کر انگریزی حکومت تک کی جاگیر بخشی کے تلخ ثمرات ہمیں آج جاگیرداری نظام کے ظلم و جور پر دعوت فکر دے رہے ہیں ۔ آج کے جاگیردار چونکہ انگریز شاہی کے پروردہ ہیں اور ان کے عہد حکومت میں ان خاندانی امرار کو جاگیرداری کے ساتھ ان کے متعلقہ علاقوں کی حکمرانی میں بڑے مؤثر اختیارات حاصل ہوتے تھے دیوجداس ڈیٹا اپنی کتاب میں انگریز حکومت کے مقاصد کے حوالے سے لکھتے ہیں :

> Letting the lands in farm to the highest bidder... because they had the power of compelling others to submit to their decisions.

Land Lordism in India, Bombay, 1931. P.57

حکومت برطانیہ نے اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے اور زیادہ سے زیادہ مالیات جمع کرنے کے لیے مغل دور کے مالیاتی نظام کو ختم کرکے زمینداری و جاگیرداری نظام کی داغ بیل ڈالی ۔ جس کے انداز ہر صوبہ میں مختلف النوع ہوتے ۔مغل دور میں ایک زمین دار کو علاقے کے محاصل اکٹھے کرنے تک ہی اختیار تھے لیکن انگریز حکومت نے جاگیردار کو زمین پر مختلف انداز کے مالکانہ حقوق تفویض کر دیے ۔

کہیں تو کوئی لمبی چوڑی جاگیر پر پورے مالکانہ حقوق بخش دیے اور جاگیردار کو ہر طرح کے تصرفات کا اختیار حاصل ہوتا ۔ کہیں ایک وسیع رقبہ کسی زمیندار کے نام الاٹ کر دیا گیا اور اسے مخصوص مالیہ کی ادائیگی کی شرط پر اس کی کاشت اور نگہداشت کے حقوق بخش دیے گئے ۔کہیں کسی فرد کو کوئی رقبہ اس شرط پر الاٹ کیا گیا کہ وہ اس پر گھوڑوں، بھینسوں یا اس قسم کے کسی مقصد کی برآری کا انتظام کرے گا اور اسے اس سلسلے میں متعدد مراعات بھی وقتاً فوقتاً بخشی جاتی رہیں ۔ غرض اس طرح کی نوازشیں پاکستان کے اکثر جاگیرداروں کو ورثے میں ملیں اور آج انہیں وہ کچھ کرنے

کا موقع مل رہا ہے جن کی وجہ سے پوری پاکستانی سوسائٹی متعدد بحرانوں کا شکار ہو گئی ہے۔ ذیل میں ان قباحتوں کی اجمالی سی جھلک پیش کی جاتی ہے:

۱۔ طبقاتی اختلاف

اس جاگیرداری کی پہلی نوازش اس دھرتی پر یہ ہوئی کہ پاکستانی عوام میں جاگیردار و کاشتکار کے دو گروہ بن گئے جن میں سے ایک حقوق ملکیت کے نام نہاد تفوق کی بنیاد پر دوسرے گروہ کاشتکار کی مجبوریوں پر غاصب اور جابر بن کر بیٹھ گیا۔ ایک کو معاشرے میں ہر طرح کی رعایت اور رفعت حاصل ہے جبکہ دوسرے طبقہ کو اس کی غلامی کے سوا کوئی چارۂ کار ہی نہیں۔ جاگیردار سے بغاوت کے معنی اس کی موت ہیں اور اس پر سوسائٹی کے حکمران طبقوں میں اس کی کوئی دادرسی کرنے والا نہیں۔ کیونکہ جاگیردار کو حکومتی اثر و رسوخ حاصل ہے اور غریب کاشتکار کو حکومت کے ذمہ دار عہدوں تک رسائی کی بھی کوئی سبیل حاصل نہیں۔

۲۔ معاشی مسائل

جاگیرداری کا ثمرہ پوری آبادی کے صرف چند خاندانوں کو حاصل ہے جبکہ آبادی کا اکثریتی حصہ غریب کاشتکاروں پر مشتمل ہے جن کے پاس اپنی محنت کے سوا اور کوئی ذریعہ رزق نہیں۔ وسائل رزق چونکہ صرف سرمایہ دار تجار اور زمیندار و جاگیردار کے قبضہ میں ہیں۔ اس لیے اس کی محنت کے سوا اس کے پاس جو کچھ اپنا پیٹ کاٹ کر بچتا ہے۔ وہ انتہائی محدود ہے۔ زمین پر کاشت کی تمام تکلیف وہ ذمہ داری چونکہ کاشتکار پر ہے اس لیے اپنے محدود وسائل کی وجہ سے زمین پر جو محنت کر سکتا ہے وہ انتہائی محدود پیداوار کی ضامن ہے اور پھر اسے اس پیداوار میں سے جو ملتا ہے وہ جاگیردار کے حق ملکیت اور حق جاگیرداری کے ناز و نعم کے اخراجات منہا کرنے کے بعد بہت تھوڑا بچتا ہے۔ اس لیے اسے اپنے معیار زندگی کے بلند کرنے اور اعلیٰ زندگی کے معیارات سے مستفید ہونے کے مواقع نہیں حاصل ہو پاتے۔ یہ معاشی تنگی اجتماعی طور پر ملک و قوم کو نقصان پہنچاتی ہے۔ کاشتکار انتہائی یاس اور عدم دلچسپی کے ساتھ کام کرنے پر مجبور ہونے کے ساتھ ساتھ جدید کاشتکاری کے وسائل و ذرائع کو اپنی معاشی مجبوریوں کی وجہ سے اپنانے سے قاصر ہوتا ہے۔ اس لیے کاشتکار اپنی زمین سے وہ کچھ حاصل نہیں کر سکتا جو معاشی استحکام کے ساتھ وسائل زراعت کو استعمال کر کے کوئی حاصل کر سکتا ہے اور اس طرح زراعت کی آمدنی مجموعی طور پر زمین کے وسیع اور زرخیز قطعات کی بہتات کے باوجود بہت کم ہوتی ہے۔ جو کہ ایک بہت

بڑا المیہ ہے۔

جہالت کو فروغ

کاشتکار جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے انتہائی محدود وسائل رکھتا ہے اور ان کی تعداد ملک کی آبادی میں بکثرت ہے۔ اس لیے ہم آسانی سے دیکھ سکتے ہیں کہ کاشتکار کو چونکہ افرادی قوت کی کمی اور وسائل معیشت کی تنگی درپیش رہتی ہے اس لیے وہ اپنی اولاد کو زیور تعلیم سے کما حقہٗ آراستہ و پیراستہ کرنے کیلیے نہیں نکال سکتا۔ یہ بات اس سلسلہ میں اور بھی المناک ہے کہ جاگیر دار چونکہ اپنی زمینوں پر کام نہیں کر سکتا اسے صرف اپنی سہل پسند، آرام طلب اور پُرعیش و عشرت زندگی میں مزید رعایات کی تلاش رہتی ہے اس لیے اسکی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اس کے حلقۂ رعیت میں کاشتکار زیور تعلیم سے آراستہ نہ ہو سکیں۔ بلکہ وہ اس کے دست نگر رہیں۔ کیونکہ ان کے خیال میں تعلیم بغاوت کے جراثیم پیدا کرتی ہے اور تعلیم حاصل کرنے والی آبادی ان کی ناجائز اور ظالمانہ روش کے ساتھ کبھی سمجھوتہ نہ کر سکے گی۔ اس لیے ان کی یہ کوشش ملک میں اجتماعی طور پر جہالت کو فروغ دینے میں بھیانک کردار ادا کرتی ہے۔

جرائم کی حوصلہ افزائی

جاگیر داری نظام نے معاشرہ کو جرائم کی دلدل بنا کر رکھ دیا ہے۔ جاگیر دار کی عیاش طبیعت اور خود سری کسی حریف یا رقیب کو ابھرتا نہیں دیکھ سکتی۔ اس لیے جاگیر داروں کی باہمی رسہ کشی نے لوٹ مار اور قتل و غارت کی شرح میں بے پناہ اضافہ کیا ہے۔ بے روزگار اور مفلس رعیت کے افراد ان کی لوٹ مار میں دست و بازو کا کام دیتے ہیں اور کامیابی کی صورت میں سردار کی عزت اور ناکامی کی صورت میں جاگیر دار کی لعنت و ملامت اور عتاب کا وہ نشانہ بنتے ہیں۔ بعض دفعہ تو انہیں اپنی جان سے ہاتھ دھونے ہی میں عافیت نظر آتی ہے۔ اس بے پناہ گھٹن اور جبر کے ماحول میں غریب اور مظلوم کاشتکار ہی کا نقصان ہوتا ہے چاہے وہ کسی بھی جاگیر دار کے زیر اثر ہو۔ تباہی اور موت صرف ان کا مقدر ہے۔

جاگیر دار کو اپنی انا کی تسکین ہر حال میں مطلوب ہوتی ہے جس کے لیے کسی طرح کا بھی جائز و ناجائز طریقہ اپنانے میں اُسے کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہوتی۔ مظلوم کاشتکار یہ سامان پیدا کرنے کے لیے

مجبور ہے۔ اس لیے کہ معاشرہ میں اس کی جان کی کوئی قیمت نہیں۔

مہنگی سیاست

جمہوریت کا خواب عوامی فلاح کا بڑا سنہرا اور دلکش خواب ہے۔ ووٹوں پر عوامی قیادت کا چناؤ ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں ملک و قوم کی دولت سیادت کے پورے اختیارات ہوتے ہیں۔ لیکن جاگیردارانہ معاشرہ میں جمہوریت کی یہ دلکشی ایک فریب کے سوا کچھ نہیں۔ ایک جابر جاگیردار کے دباؤ سے بچ کر رعیت کا غریب فرد کس طرح کسی دوسرے کو ووٹ دے سکتا ہے اور پھر ایک ایسے معاشرہ میں جہاں ضروریات زندگی کی کفالت کے جملہ وسائل ایک جاگیردار کے ہاتھ میں ہوں اور سیاست کرنے کے لیے وہاں دولت کی کھلی منڈی ہو۔ وہاں غریب کاشتکار کے عوامی لاؤ لشکر کو کسی تخریبی جلسہ یا ہنگامہ کا ایندھن تو بنایا جا سکتا ہے، کسی ترقیاتی اور فائدہ بخش پراجیکٹ کی سربراہی نہیں دی جا سکتی۔ سچ یہ ہے کہ ظلم و جبر کے ایسے جاگیردارانہ ماحول میں عوامی حکومت کا نعرہ دنیائے عالم کی آنکھوں میں مٹی ڈالنے کے مترادف ہے۔ حکومت ہر حال میں جاگیرداری کی رہتی ہے۔ کیونکہ ووٹ لینا اور ان کی بنا پر اعلیٰ عہدوں اور مناصب کے مفادات سمیٹنا صرف اور صرف اس کا حصّہ ہے کیونکہ وہ علاقے کا جاگیردار ہے اور کاشتکار رعیت نسل در نسل ان کی زمینوں سے اپنا پیٹ پال رہی ہے کیا یہ سچ نہیں ہے کہ باہمی جھگڑوں میں کاشتکار عوام کو حکومتی جبر سے جاگیردار کے سوا اور کون بچا سکتا ہے جس کا حلقۂ اثر حکومت میں پشتوں سے چلا آ رہا ہے۔

اصلاح احوال

جاگیرداری کے مظالم ہر دور میں یکساں رہے ہیں۔ انقلاب اسلامی کے وقت ایران و روم کی بادشاہت انہی مظالم کی آماجگاہ بن چکی تھیں۔ اور دور حاضر کے جاگیرداری نظام نے معاشرہ کو جس نہج پر لا کھڑا کیا ہے وہ کوئی زیادہ مختلف نہیں۔ اس لیے اسلام ان مظالم سے بچاؤ اور معاشرہ کو متوازن بنیادوں پر کھڑا کرنے کے لیے جو تعلیمات دیتا ہے وہ آج بھی اسی طرح قابلِ عمل اور اثر و رسوخ میں ہمہ جہت ہیں۔ ذیل میں گذشتہ ابواب میں مذکور عہد اسلامی کی زرعی اصلاحات کے تناظر میں جاگیرداری کے حوالہ سے اسلامی انقلاب کے اصلاحی پروگرام کی اجمالی ہدایات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ا۔ معاشرتی عدل کے اقدامات

طبقاتی گروہوں کا وجود انسانی اقدار کی نشوونما کے لیے معاشرہ کا فطری تقاضا ہے۔ لیکن طبقاتی تفاوت پر غلط رویوں کا اختیار کرنا ایک مذموم عمل ہے۔ حکومت کا یہ ابتدائی فرض ہے کہ وہ معاشرتی طبقات میں ابھرنے والے مذموم رویوں کی بیخ کنی کے اقدامات کرے اور ان کی جگہ معاشرہ میں انسانی اقدار کی نشوونما کے لیے ضروری قوانین بنائے۔ جاگیرداری معاشرہ میں طبقاتی اونچ نیچ کے حوالہ سے جو مذموم رویے آج ہمیں نظر آتے ہیں وہ صرف اور صرف حکومت کی سہل انگاری اور خاموش و مظلوم طبقات کی بدحالی سے چشم پوشی کا نتیجہ ہیں۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ معاشرہ ایسی سہل انگاری اور چشم پوشی کو کبھی معاف نہیں کرتا دنیائے عالم ہمارے سامنے کھلی کتاب ہے جو ایسے رویوں کے خلاف ابھرتے انقلابوں کی تاریخ سے بھری پڑی ہے۔ قرآن مجید میں جا بجا ظالم حکمرانوں اور ان کے خلاف ابھرتے احتجاجوں کی طرف اشارے ملتے ہیں۔ اسلام کا مقصود اس سے یہی ہے کہ اسلامی حکومت معاشرتی عدل کے لیے ضروری اقدامات کا ہمیشہ لحاظ رکھے تاکہ کسی غالب قوت کو جبر اور کسی کمزور قوت کو سراپا احتجاج بننے کا موقع نہ ملے۔ اور اس سے معاشرہ میں انتشار و افتراق کا لاوانہ پھوٹے۔ اسلامی تعلیمات میں معاشرتی عدل کے لیے مندرجہ ذیل پہلوؤں پر کثرت سے احکامات ملتے ہیں۔

۱:۔ کفالت عامہ۔

۲:۔ یکساں وسائل رزق۔

۳:۔ کسب حلال

۴:۔ بخل اور ارتکاز دولت سے اجتناب۔

۵:۔ انفاق فی سبیل اللہ

۶:۔ احسان۔

۷:۔ انسانی اقدار کا احترام۔

۸:۔ انسانی آزادی۔

۹ - تعاون و توافق ۔
۱۰ - باہمی حقوق و فرائض کا لحاظ ۔
۱۱ - ظلم و جبر پر کڑی سزائیں ۔
۱۲ - انصاف کے یکساں مواقع ۔
۱۳ - محتاج اور غرباء کی دستگیری ۔
۱۴ - اسراف دولت اور نمود و نمائش پر پابندی ۔

۲ - انتظامیہ کی تطہیر

کسی معاشرے کو بگاڑنے یا سنوارنے میں انتظامیہ کا بڑا دخل ہے ، قوانین ہر دور میں کڑے بنائے جاتے رہے لیکن غلط کار انتظامیہ کی وجہ سے قوانین کی سختی معاشروں کو تباہی سے نہ بچا سکی ۔ ایران و روم میں زرعی قوانین میں اتنا جبر نہیں تھا جتنا کہ انتظامیہ کے جبر نے عوام کو مظلوم اور مجبور بنا کر رکھ دیا تھا ۔ مسلمانوں نے ان عظیم سلطنتوں میں کوئی نئے قوانین نافذ نہیں کیئے بلکہ زیادہ تر دفتری اور انتظامی طریقہ ہائے کار وہی رہے لیکن انتظامیہ کی کڑی نگرانی اور عوام کو یکساں اور سستا انصاف مہیا کر کے عوام کے دل جیت لیے ۔ عدل و احسان انتظامی حدود و قیود کا اصل محور ہونا چاہیئے ۔ اور یہی دو چیزیں اسلامی نظام حکومت کا طرۂ امتیاز ہیں ۔ اسلام کی رو سے وہ حکومت جو عوام الناس کو انسانی جبر اور ظلم سے نجات دلانے کے لیے ایمان دار اور خدا ترس انتظامیہ نہیں لا سکتی وہ کبھی بھی قائم نہیں رہ سکتی رشوت خوری ، کنبہ پروری ، قانون سے بالاتری اور اعلیٰ طبقات کے افراد کی دو رعایت انتظامیہ کو مفلوج کرنے والے عوامل ہیں ۔ ان کا ختم کرنا انتظامیہ کی اعلیٰ کارکردگی کے لیے بنیادی عمل اور ناگزیر ضرورت ہے ۔ جاگیردار معاشرہ انہی عوامل کے سہارے پرورش پاتا ہے ۔ اگر یہ عوامل ختم کر دیے جائیں اور عدل و احسان کو انتظامیہ کی روح بنا دیا جائے تو جاگیرداری مظالم کے لمبے ہاتھ اپنی موت سے جلد ہمکنار ہو سکتے ہیں ۔

۳ - نئے بندوبست اراضی کی ضرورت

جاگیرداری کے مظالم سے نجات کے لیے جاگیرداروں کا محاسبہ اس حوالے سے بھی ضروری ہے

کہ ان کی جاگیروں کی اصلی حیثیت اور حقیقت کا اندازہ لگایا جائے۔ وہ جائیدادیں جو کہ عارضی ملکیت کے معاہدوں پر برائے کاشت الاٹ ہوئی تھیں یا بعض مخصوص مقاصد برآری کے نام پر دی گئی تھیں۔ ان کی ضبطی کا حکم دیا جائے۔ کیونکہ پہلے سے لمبے قطعات زمین پر قابض افراد کو مزید قطعاتِ زمین دینا مصلحت عامہ کے خلاف ہے۔ اسی طرح ایسے قطعات زمین جو ابھی تک کسی کی جاگیر میں غیر آباد اور بنجر پڑے ہیں ان کو بھی فوری طور پر بحق سرکار ضبط کر کے مستحق اور محنت کش کاشتکاروں کو آباد کاری کے لیے مالکانہ شرائط پر دیا جائے۔

وقف املاک جو بعض سجادہ نشین حضرات کو مساجد، مدارس اور مزارات کے حوالہ سے بخشی گئی تھیں ان کا بھی جائزہ لیا جائے اور اگر ان کی آمدنی میں بدعنوانیاں ثابت ہوں تو انہیں بھی سرکاری تحویل میں لے لیا جائے تاکہ مصلحت عامہ کے تحت غلط کار اخلاف کو مزید قابض نہ رہنے دیا جائے اور ان اوقاف کو مصلحت عامہ کے لیے استعمال کیا جائے۔

اسی طرح گھوڑوں، گایوں اور دیگر مویشیوں کی پرورش و پرداخت کے نام پر جو جاگیریں انگریز حکومت نے بخشی تھیں اور ان جاگیروں سے مذکورہ مطالب پورے نہیں ہو رہے تو وہ بھی جاگیریں واپس لی جائیں تاکہ انہیں بے زمین اور مستحق لوگوں میں تقسیم کر کے وسائل رزق میں اضافہ کیا جا سکے۔

مندرجہ بالا پہلوؤں سے اگر جاگیروں کا از سر نو بندوبست منصفانہ خطوط پر کر دیا جائے تو جاگیرداری کی حدود خاصی گھٹ جائیں گی اور اس طرح کئی لاکھ ایکڑ اراضی بے زمین کاشتکاروں کی آباد کاری کے لیے مل سکے گی۔

۴۔ مزارعین کیلیے صنعتی طرز کی مراعات

صنعت و تجارت کی طرح زراعت بھی معاشرہ کا بنیادی وسیلۂ رزق ہے۔ لیکن افسوس کہ زراعت پیشہ کاشتکار کے مسائل پر کبھی خلوص دل سے ہمدردانہ غور نہیں کیا گیا۔ آجر و مزدور پر صنعتی انقلاب کے ساتھ بیش بہا کام ہوا اور اس کے نتیجہ میں آج مزدوروں کو ان کے حقوق کے حوالہ سے اس قدر مراعات دی جا چکی ہیں کہ ان کی حالت آجر کے مظالم سے

بہت حد تک سنبھل چکی ہیں ۔ انہی خطوط پر مزارع کو بھی مندرجہ ذیل مراعات فوری طور پر حاصل ہونی چاہئیں ۔ اور ان مراعات کے لیے زرعی و مزارعتی قوانین میں ضروری ترامیم کر دی جانی چاہیے ۔

(الف) ۔ جاگیردار کو اس بات کا پابند بنایا جائے کہ وہ اپنی جاگیر میں کام کرنے والے کاشتکاروں اور ان کی اولاد کے لیے رہائش ، غذا ، صحت ، تعلیم اور معذوری کے ایام کی کفالت کے لیے مناسب انتظام کرے ۔

(ب) ۔ بھاری بھرکم جاگیردار کو اس بات کا پابند بنایا جائے کہ وہ اپنی زمینوں پر کاشتکار سے صرف محنت لے اور اس کے بدلہ میں اسے پیداوار کا مناسب حصہ دے ۔ جبکہ زمین ، بیج ، پانی ، کھاد اور آبیانہ و مالیہ کا بار مالک زمین پر ہو ۔

(ج) ۔ جاگیردار کو اپنے مزارعین کو وہ تمام مراعات دینی چاہئیں جو کسی مزدور کو دورانِ کار معذوری کی صورت میں حاصل ہوتی ہیں ۔

(د) ۔ جاگیردار کے لیے ضروری قرار دیا جائے کہ وہ اپنے مزارعین سے کسی قسم کی ذاتی بے گار نہ لے ۔

(ہ) ۔ جاگیردار کو اس بات کا پابند کیا جائے کہ وہ زمین خریدنے کا مزارع کو پورا پورا موقع دے اور حکومت کو مزارع کے لیے زمین کی خریداری کے لیے ضروری قرضوں کی فراہمی کا آسان اقساط پر قرض حسنہ کا انتظام کرنا چاہیے ۔

(و) ۔ حکومت کو جاگیردار کے مزارعے کے ساتھ کسی غیر انسانی سلوک کے کرنے پر مناسب تادیب اور مزارع کو نالش کے لیے بہتر مواقع پیدا کرنے کے لیے قانونی تحفظ مہیا کرنا چاہیے ۔

۵ ۔ سیاسی نظام میں تبدیلی

موجودہ سیاسی نظام صرف جاگیردار اور سرمایہ دار کو یہ موقع فراہم کرتا ہے کہ وہ اپنے وسائل کو بروئے کار لا کر اہم مناصب سرکار پر براجمان ہو ۔ ضروریاتِ زندگی سے تنگ مزارع جدید دور کی شاہ خرچ سیاست کا کبھی سوچ بھی نہیں سکتا ۔ بنا بریں یہ ضروری ہے کہ حکومت سیاسی نظام کو از سرِ نو اس طرح منظم کرے کہ غریب سے غریب فرد اپنے اخلاق و کردار اور

اعلیٰ حکمت و فراست کی بنیاد پر منتخب ہو کر اعلیٰ سرکاری مناصب پر فائز ہو سکے۔ اس سلسلہ میں چند ضروری تجاویز پیش خدمت ہیں ۔

(ا) ۔ غریب مزارعین کی تعلیم و تربیت کے لیے اعلیٰ قسم کی مراعات کا اعلان کیا جائے تاکہ وہ معاشی بوجھ سے آزاد ہو کر اپنے بچوں کو اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم دلوا سکیں ۔

(ب) ۔ جدید دور کی پراپیگنڈا مہم پر ہونے والی شاہ خرچیوں پر پابندی عائد کر کے حکومت امیدواروں کے تعارف کی مہم خود برابری کی سطح پر چلائے ۔ جس کے لیے ضرورت کے مطابق پیمانے بنائے جا سکتے ہیں ۔

(ج) ۔ صوبائی امیدوار کے لیے گریجوایشن اور قومی سطح کے امیدوار کے لیے ایم اے کی سطح پر تعلیم کی پابندی لازمی عائد کی جائے ۔

(د) ۔ سیاسی نظام کی کامیابی کے لیے سیاسی پارٹیوں کی اعلیٰ تنظیم کارکنوں کی ہمہ گیر تربیت اور ملکی و قومی مسائل پر گہری نظر بہت ضروری ہے ۔ جبکہ ہماری سیاسی پارٹیوں میں انہی چیزوں کا فقدان ہے ۔ اس سلسلہ میں حکومت ایسے اقدام کرے جن کی بابت ہر پارٹی اپنے آپ کو ضروری حدود کا پابند کرے ۔

(ہ) ۔ علمی ، اخلاقی اور مذہبی بنیاد پر چند راہنما اصول ملک کی سالمیت کے لیے طے کر لیے جائیں جن میں تبدیلی کسی طور پر بھی ممکن نہ ہو اور ہر پارٹی انہی خطوط پر کام کرنے کے لیے مجبور ہو ۔

(۶) ۔ کسانوں کی بہبود و تربیت کے لیے ہر صوبہ کی سطح پر اعلیٰ مرکز کا قیام عمل میں لایا جائے ۔ جہاں علمی و اخلاقی بنیادوں پر مسائل کے لیے ہمہ گیر تحریک اٹھانے اور اس کے لیے منظم کوشش کرنے کا شعور ملے ۔ اس مرکز سے تحت ضلعی سطح پر کسانوں کی پیشہ وارانہ تربیت کے لیے موبائل ورکشاپس کا اہتمام کیا جائے ۔

(۷) ۔ مزارعین کو جاگیردار کے سیاسی انتظام سے بچاؤ کے لیے ہر ممکن تحفظات فراہم کیئے جائیں تاکہ وہ کھل کر ملک کی سیاست میں حصہ لے سکے اور اس سلسلہ میں اس کی مالی مشکلات کے بوجھ کو کم سے کم کرنے کی کوشش کی جائے ۔

(۸) ۔ مزارعین کو نئی زمینوں ، مویشیوں اور جدید کاشتکاری کے لیے ضروری سامان کی فراہمی

کے لیے آسان شرائط پر قرضے فراہم کیے جائیں تاکہ وہ حکومت کی اعانت سے اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکیں ۔ یہ پہلو سیاسی نظام میں مزارع کے فعال کردار کے لیے بہت مثبت اقدام ثابت ہو گا ۔

(ب)۔ زراعت و مزارعت

احکام اراضی میں زمین کی کاشت ایک بڑا وسیع اور ہمہ گیر موضوع ہے ۔ ملکیت زمین اور عدم ملکیت زمین سے ابھرنے والے معاشرتی مسائل کے احکام پر اس سے قبل ملکیت زمین کے عنوان سے بحث ہو چکی ہے اور دور حاضر کے حوالہ سے اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں معاشرہ کی تعمیر کے جو چند ضروری توجہ طلب مسائل تھے ۔ ان کا تذکرہ کیا جا چکا ہے ۔ اب اس عنوان میں خود کاشت کاری کی فضیلت ، مزارعت اور اس کی جائز و ناجائز اشکال کے حوالہ سے اسلام کی تعلیمات کا تذکرہ کیا جائے گا ۔

علاوہ ازیں آبپاشی سے متعلق ضروری مسائل کا بھی جائزہ لیا جائے گا تاکہ کاشت سے متعلق جملہ مسائل اجمالاً اس باب کے حوالہ سے احاطہ تحریر میں آجائیں ۔

(ا) خود کاشتکاری کی فضیلت

اسلام دین فطرت و نصیحت ہے ۔ اس میں کسب حلال کو عین عبادت گردانا گیا ہے ۔ اللہ کے رسول نے اپنے ہاتھ سے روزی کمانے والے کو اللہ کا دوست فرمایا اور اسی طرح آپ نے فرمایا کہ جو شخص کسی پودا کو لگاتا ہے پھر اس کی پرورش کرتا ہے اور پانی دیتا ہے تو اس کا یہ صدقہ جاریہ ہے ۔ احادیث رسول ہوں یا قرآن مجید کی تعلیمات ، ہر جگہ اپنے ہاتھ کام کرنے کو وجہ فضیلت قرار دیا گیا ہے ۔ زراعت کی فضیلت پر اس سے قبل باب اول میں بڑی تفصیل سے بحث کی جا چکی ہے ۔ زراعت کی وہی فضیلت و اہمیت دراصل خود کاشتکاری کی فضیلت و اہمیت ہے ۔ شمس الائمہ سرخسی کی روایت کے مطابق حضرت سعد بن معاذؓ کے ہاتھ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت بوسہ دیا جب ان کی ہتھیلیوں پر کدال اور پھاوڑے کے متواتر چلانے کی وجہ سے گٹے پڑ گئے تھے ۔ حضور صلی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود کاشتکاری کی اس

محنت اور مشقت کے نشانوں کو چومتے ہوئے ان الفاظ کے ساتھ تحسین بھی فرما رہے تھے کہ یہ دونوں ہتھیلیاں خدا کی محبوب ہیں ۔

اس روایت سے بڑھ کر خود کاشتکاری کی عظمت و رفعت پر اور کونسی دلیل کی حاجت رہ جاتی ہے ۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وادی جُرُف میں اپنی زمین پر خود کاشت کرتے رہے جو تاریخ کے اوراق میں آج تک محفوظ ہے اور سیرت نبوی کا یہ روشن باب، اہل محنت و مشقت کے لیے زادِ راہ اور حرز جان ہے ۔

۱۱ ۔ مزارعت

اسلام نے خود کاشتی کی اس ترغیب و تحریص کے بعد کسی دوسرے سے کسی جائز معاہدہ کے ساتھ اپنی زمین کاشت کروانے پر پابندی نہیں لگائی بلکہ اسے جائز قرار دیا ۔ پیداوار کے خاص حصّہ پر کسی کسان سے معاہدہ کرکے زمین کاشت کروانا مزارعت کہلاتا ہے ۔ بعثت اسلام کے وقت مزارعت کی کئی اشکال مروج تھیں ۔ جن میں سے بعض انتہائی ظالمانہ اور جابرانہ تھیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ظالمانہ اشکال کو سختی سے منع فرمایا ۔ آپ امت مسلمہ کو بھائی چارے کے جس رشتہ میں پرو کر دیکھنا چاہتے تھے اس کے حوالہ سے آپ کی وہ روایت سامنے آتی ہے جس میں آپ نے فرمایا :

> "کہ آپ اپنی زمین خود کاشت کریں اور اگر خود کاشت نہیں کر سکتے تو پھر کسی مسلمان بھائی کو دے دیں کہ وہ اسے کاشت کرے اور اس سے کسی قسم کا کچھ معاوضہ نہ لیں" صحیح مسلم

ایک دوسری روایت میں "فلیمسک ارضہ" یعنی یا وہ اپنی زمین روک لے کے الفاظ ملتے ہیں ۔ یہ الفاظ آنحضرت کی دیگر تعلیمات کے حوالہ سے بظاہر بالکل برعکس نظر آتے ہیں کیونکہ زمین کو خالی روک لینے کے معنی تو زمین کے نفع سے عوام الناس کو محروم کر دینے کے ہیں ، جیسا کہ حافظ ابن حجر نے بھی اس روایت پر یہ نقطہ اٹھایا ہے ۔ حالانکہ یہ ایک تادیبی نوٹس ہے کہ اگر کوئی زمیندار کسی اپنی زمین کو خود کاشت نہیں کر سکتا اور نہ ہی کسی دوسرے بھائی کو مفت کاشت کے لیے دے سکتا ہے تو پھر اسے اپنے اخراجات سے محنت کش افراد سے اسے کاشت کرنے کے لیے روک لے ۔ کیونکہ اگر اسے خالی چھوڑے گا اور مسلسل

پانچ سال تک وہ زمین خالی پڑی رہے گی تو حکومت کو اختیار رہوگا کہ وہ ناکارہ پڑی زمین اپنے قبضے میں لے لے ۔ کیونکہ ملکیت صرف آبادکاری سے مشروط ہے ۔ جب آبادکاری کا معاملہ کھٹائی میں پڑے گا اور زمین کا خدائی عطیہ مخلوق خدا کے لیے بے کار چھوڑ دیا جائے گا تو حکومت کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ اس عطیہ خدائی کو اپنی تحویل میں لے کر اس کی کاشتکاری کا مناسب سامان کرے ۔ زمین کا بے کار چھوڑنا اسلامی تعلیمات میں کسی فرد یا حکومت کے لیے جائز نہیں حکومت کو غیرآباد زمین بے زمین کاشتکاروں کو جہاں کاشت پر دینے کا اختیار ہے وہاں مملکت کے کسان کو بھی یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ بے کار پڑے قطعہ زمین کو آباد کر کے اس کی پیداوار سے فائدہ اٹھائے اور جو زمین کو آباد کرے گا اس قطعہ زمین پر اسی کی ملکیت فائق ہوگی ۔

مزارعت کی ناجائز اشکال پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارشادات کی وجہ سے مزارعت علمائے اسلام میں ایک اختلافی مسئلہ بن کر رہ گئی ہے ۔ حالانکہ یہ مسئلہ واضح ہے کہ اس کی ناجائز اشکال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملامت کی ہے جبکہ جائز اشکال کو جواز بخشا ہے اور یہی وجہ ہے کہ تاریخ اسلامی میں مزارعت کی جائز اشکال صحابہ کرام سے لے کر آج تک مروج آرہی ہیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں مزارعت کی اس مختلف فیہ صورت کی مندرجہ ذیل الفاظ میں توجیہہ کی ہے ۔

> " رافع بن خدیج رضؓ نے مزارعت سے نہی کے بارے میں جو حدیث نقل کی ہے اس میں راویوں کا اختلاف ہے ۔ لیکن یہ امر واقع ہے کہ عہد تابعین کے بڑے جلیل القدر اشخاص کا اس پر عمل تھا ۔ یعنی وہ مزارعت پر زمینیں دیا کرتے تھے ۔ علاوہ ازیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کے ساتھ ان کی زمینوں اور ان کے باغات کے متعلق جو معاملہ فرمایا وہ اس کے جواز کی بین دلیل ہے ۔ جن احادیث میں مزارعت کی نہی ملتی ہے ان کی توجیہہ یہ ہے کہ جو کچھ کسی ندی نالے کے پیٹ میں کاشت کیا جاتا ہے یا کسی قطعہ معین پر عقد کیا جاتا ہے ۔ تو یہ دونوں صورتیں پیداوار کی موہوم صورتیں ہیں ۔ اس لیے ان سے جھگڑا یا مناقشہ پیدا ہونے کا احتمال ہے ۔ ایک توجیہہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ نہی تنزیہ کے لیے ہے ۔ یعنی

مقام احسان اس کا مقتضی ہے کہ بجائے اس کے کہ پیداوار کا حصہ کاشتکار سے لیا جائے اس کو کاشت کرنے کے لیے مفت زمین دے دی جائے گویا اس حدیث میں اخلاق عالیہ اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے۔ ابن عباسؓ نے اس موخر الذکر توجیہہ کو پسند فرمایا ہے۔ تیسری توجیہہ اس نہی کی یہ ہے کہ یہ حکم آپ نے مصلحت خاصہ یا یوں کہیے کہ ہنگامی مصلحت کی بنا پر صادر فرمایا کیونکہ آپ کے عہد میں اس کے متعلق بڑے مناقشات پیدا ہوتے تھے اس لیے آپ نے ان جھگڑوں کا سدباب کرنے کے لیے نہی فرمائی یہ قول زید بن ثابتؓ کا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔[۱]

مزارعت کی ناجائز اشکال

اسلام نے مزارعت کی ان تمام شروط کو ناجائز قرار دیا ہے جن کا انجام نامعلوم یا نزاع وحق تلفی کا باعث ہوں۔ حضرت لیثؒ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی منشا کا ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں۔

وکان الذی نھی عن ذلك مالو نظر فیہ ذوالفھم بالحلال والحرام لم یجزہ لما فیہ من المخاطرہ۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن صورتوں سے منع کیا تھا وہ ایسی تھیں کہ جن کو کوئی فہم وبصیرت والا آدمی یا حلال وحرام کی تمیز رکھنے والا جائز نہ رکھتا کیونکہ ان میں حق تلفی کا خطرہ تھا۔

عہد نبوی میں اکثر مالکان زمین کاشتکاروں کو مزارعت پہ زمین دیتے تھے۔ آپ نے مزارعت کی جن اشکال کو مذموم قرار دیا ان کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

۱ **مخابرہ** مخابرہ کی اصطلاح باب مفاعلہ کا مصدر ہے جس کا اصل مادہ خَبَرٌ ہے

---

[۱] ترجمہ مولانا عبدالرحیم صفحہ ۵۰ قومی کتاب خانہ لاہور ۱۹۸۳ء

بمعنی کاشت کے لیے زمین کو جوتنا اور ہل چلانا ، باب مفاعلہ کا تقاضا چونکہ مشارکت فی الامر ہے اس لیے مخابرہ سے مراد مالک اور کاشتکار کے درمیان وہ مشارکت ہے جس میں مالک زمین اپنی زمین کسی کاشتکار کو پیداوار زمین کے مخصوص حصے پر کاشت کے لیے دیتا ہے۔ اس طور پر مخابرت دراصل مزارعت ہی کا دوسرا نام ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات میں مخابرت کی صریحاً ممانعت ملتی ہے۔ مثلاً سنن ابی داؤد کی حدیث ہے۔

عن زید بن ثابت قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المخابرۃ قلت ما المخابرۃ؟ قال ان تاخذ الارض بنصف اوثلث او ربع۔

حضرت زید بن ثابت رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے مخابرہ سے منع فرمایا تو میں نے استفسار کیا کہ مخابرت کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ مخابرت یہ ہے کہ تو زمین کو نصف، تہائی یا چوتھائی کے حصہ پر کاشت کے لیے لے۔

علما نے مزارعت اور مخابرت میں ایک لطیف سا فرق یہ ظاہر کیا ہے۔ کہ مزارعت میں بیج کا بار مالک پر جب کہ مخابرت میں بیج کا بار بھی کاشتکار پر ہوتا ہے۔

امام حاکم مخابرت پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت کا پس منظر بیان کرنے کے لیے ایک روایت دیتے ہیں کہ:

عن ابی الزبیر عن جابر بن عبداللہ قال لما نزلت "الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس (الایۃ)

ابوالزبیر نے حضرت جابر رضؓ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ جب تحریم ربو سے متعلق قرآن مجید کی یہ آیات نازل ہوئیں الذین یاکلون الربوا ...

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من لم یذر المخابرۃ فلیوذن بحرب من اللہ ورسولہ ھذا حدیث صحیح علی شرط المسلم (ص ۲۸۶ ج ۲)۔

اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مخابرت کو ترک نہیں کرے گا اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اسے اعلان جنگ ہے۔

مخابرت کے معانی و مفاہیم کی مزید تشریح مندرجہ ذیل روایت سے ہوتی ہے جسے سنن ابو داؤد اور معانی الآثار میں ابن ابی نعیم کے حوالہ سے روایت کیا گیا ہے۔

قال حدثنی رافع بن خدیج انه زرع ارضاً فمرّ به النبی صلی اللہ علیه وسلم وهو یسقیها فسأله عن الزرع ولمن الارض فقال زرعی ببذری وعملی، لی الشطر ولبنی فلان الشطر فقال صلی اللہ علیه وسلم اربیتما فرد الارض علی اهلها وخذ نفقتك۔

فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت رافع بن خدیج نے بتلایا کہ اس نے ایک زمین کاشت کی ہاں سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے وقت گزر ہوا جب وہ اسے پانی لگا رہے تھے۔ آپ نے پوچھا کھیتی کس کی ہے اور زمین کس کی ہے، تو میں نے عرض کی کہ کھیتی میرے بیج اور عمل سے ہے۔ نصف پیداوار میرے لیے اور نصف بنی فلاں کے لیے ہوگی۔ اس پر آپ نے فرمایا: تم دونوں ربوٰ میں مبتلا ہو زمین اس کے مالکوں کو دے دو اور اپنا خرچہ لے لو۔

روایت بالا میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مخابرت کو ربوٰ کے ہم معنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس کی ماہیت اور ہئیت میں ظلم و حق تلفی کا عنصر پایا جاتا ہے۔ کاشتکار چونکہ زمین پر اپنی ساری پونجی لگاتا ہے اور خوب محنت کرکے کاشت کرتا ہے اور مالک کا اس میں کچھ نہیں لگتا۔ جب زمین سے پیداوار ملتی ہے۔ تو وہ کم ہو یا زیادہ مالک پیداوار سے حصہ بانٹ لیتا ہے۔ اور اسے اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ کاشتکار کو اس کی محنت اور خرچ کا کس حد تک معاوضہ ملا۔ یہی چیز مخابرت کو ظلم و تعدی کا نام دیتی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وجہ سے اس کو حرام قرار دیا ہے۔

ب ۔ محاقلہ محاقلہ بھی مخابرہ کی طرح باب مفاعلہ کا مصدر ہے ۔ اس کا اصل مادہ مجرد حقل ہے جس کے معنی کھیت اور سر سبز کھیتی کے ہیں ۔ باب مفاعلہ کی خاصیت مشارکت کے پیش نظر محاقلہ کے معنی دو فریقوں کے درمیان کھیت و کھیتی کا معاملہ ہے ۔

عہد نبوی میں " محاقلہ " کاشتکاری کے جس معاملہ پر بولا جاتا تھا اس کے معانی کا ہمیں حضرت داؤد بن حصین کی اس روایت سے پتہ چلتا ہے جو صحیح مسلم میں دی گئی ہے ۔

عن داؤد بن حصين ان ابا سفيان اخبره انه سمع ابا سعيد الخدری يقول : نهی رسول الله صلی الله عليه وسلم عن المزابنة والمحاقلة وقال المزابنة اشتراء الثمر فی رؤوس النخل والمحاقلة كراء الارض ۔ (ج ۲ ص ۱۲)

حضرت داؤد بن حصین سے روایت ہے کہ حضرت ابو سفیان نے انہیں بتلایا کہ انہوں نے حضرت ابو سعید خدری سے کو کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا اور فرمایا کہ مزابنہ نام ہے درخت پر لگے پھل کو خشک پھل کے عوض خریدنا اور محاقلہ کا مطلب ہے کہ زمین کو کرائے پر دینا ۔

محاقلہ کے اس معاہدہ میں مالک زمین ایک مخصوص پیداوار پر کسی کاشتکار کو اپنی زمین ٹھیکہ پر دیتا ہے ۔ اس میں بھی کاشتکار کے ساتھ وہی ظلم و تعدی روا رکھی جاتی ہے جو مخابرہ میں ہے ۔ کاشتکار سے ایک مخصوص پیداوار لے لی جاتی ہے چاہے اس کی پیداوار زمین سے ملے یا نہ ملے اور یہ سراسر زیادتی اور ناانصافی ہے ، حضرت انس بن مالک کی ایک روایت میں بھی محاقلہ سے منع فرمایا گیا ہے ۔ روایت میں آتا ہے ۔

عن انس بن مالك قال نهی النبی صلی الله عليه وسلم عن المحاقلة والمخابرة والملامسة والمنابذة والمزابنة ۔

(صحیح بخاری ۔ ج ۱ ص ۲۹۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ، مخابرہ، ملامسہ منابذہ اور مزابنہ سے منع فرمایا۔
حضرت ابوہریرہ سے بھی اسی طرح کی ایک روایت صحیح مسلم میں مروی ہے۔

عن ابی صالح عن ابی هريرة قال نهى رسول الله عليه وسلم عن المحاقله والمزابنه - (صحیح مسلم ج ۲ ص۱۱)

حضرت ابوصالح حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ اور مزابنہ سے منع فرمایا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں پیداوار کے کرائے پر زمین دینے کی جن ظالمانہ صورتوں کا روایات میں ذکر ملتا ہے۔ وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ عن سعيد بن ابي وقاص قال كان الناس يكرون المزارع بما يكون على الساقى وبما يسقى بالماء مما حول البئر فنهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذلك وقال اكروها بالذهب والورق (شرح معانی الآثار ج ۲ ص۲۵۹)

حضرت سعید بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ لوگ اپنے کھیت اس پیداوار کے عوض دوسروں کو دیتے تھے جو نالیوں کے کنارے اور کنوئیں کے اردگرد پانی بہنے کی جگہ اگتی تھی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منع فرمایا اور کہا کہ سونے اور چاندی کے عوض کرائے پر دو۔

عن سعيد بن المسيب عن سعد بن ابى وقاصؓ قال كان اصحاب المزارع يكرون فى زمان رسول الله صلى الله عليه وسلم مزارعهم بما يكون على الساقى من الزرع فجاؤا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يكروا بذلك وقال اكروا بالذهب والفضة ۔

حضرت سعید بن المسیب حضرت سعد بن وقاصؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کھیتوں والے اپنے کھیت کرائے پر اس کھیتی کے عوض دیتے تھے جو پانی کی نالیوں پر اگتی تھی۔ پس وہ رسول اللہ کی خدمت میں اپنا جھگڑا لے کر آئے کہ وہ اس کرائے کا تعین فرما دیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ سونے چاندی کے عوض کرائے پر دو۔

۳۔ عن حنظلة الزرقی عن رافع بن خدیج قال کنا اکثر اهل المدینة حقلاً وکان احدنا یکری ارضه فیقول هذه القطعة لی وهذه لك فربما اخرجت ذه ولم یخرج ذه فنهاهم النبی صلی الله علیه وسلم (صحیح البخاری ج ۱ ص ۳۱۳)

حضرت حنظلہ الزرقی سے روایت ہے کہ حضرت رافع بن خدیج نے کہا کہ ہم اہل مدینہ میں زیادہ کھیتوں والے تھے۔ ہم میں سے ہر ایک اپنی زمین دوسروں کو کاشت کے لیے دیتا اور کہتا زمین کا یہ ٹکڑا میرے لیے ہوگا اور یہ تیرے لیے پھر کبھی ایسا ہوتا کہ یہ قطعہ اگاتا اور یہ نہ اگاتا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع فرما دیا۔

۴۔ عن حنظلة بن قیس قال سألت رافع بن خدیج عن کراء الارض فقال نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عنه قلت بالذهب والورق فقال لا۔ انما نهی عنها بما تخرج الارض منها فاما الذهب والفضة فلا بأس۔

(سنن نسائی ج ۲ ص ۱۴۵)

حنظلہ بن قیس سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت رافع بن خدیج سے زمین کرائے پر دینے کے بارے میں استفسار کیا۔ تو آپ نے بتلایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ تو پھر میں نے پوچھا کیا سونے اور چاندی کے بدلے بھی روکا ہے؟ تو انہوں نے کہا نہیں صرف اس پیداوار کے عوضانہ سے روکا ہے جو زمین سے اگتی ہے لیکن سونے اور چاندی میں کچھ مضائقہ نہیں۔

مندرجہ بالا احادیث سے محاقلہ یعنی پیداوار کے عوضانہ پر زمین کرائے پر دینے کی ممانعت

کی پوری تفصیل سے وضاحت سامنے آگئی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخصوص پیداوار کے بدلے زمین کرائے پر دینے کو منع کیا اور سونے چاندی اور نقد رقم کے عوضانے کو جائز قرار دیا ہے۔ فی زمانہ آباد شدہ زمین کو نقد رقم پر ٹھیکہ دینے کی صورت کو اس طرح جواز ملتا ہے۔

۲۔ قطعہ زمین کی تخصیص

مالک زمین مزارعت پر دی جانیوالی زمین میں سے جب اپنے حصّہ کی پیداوار کے لیے کسی خاص قطعہ زمین کو اس کی زرخیزی، زود آبپاشی اور بہتر پیداوار کی شہرت کی وجہ سے اپنے لیے مخصوص کرے گا تو زمین کی مزارعت پر دیے جانے کی یہ صورت کاشتکار کے ساتھ ظلم کے مترادف ہوگی۔ نیز اس میں جھگڑے اور فساد کے ابھرنے کا بھی احتمال ہے۔ اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورتِ مزارعت کو سختی سے منع فرمایا، جیسا کہ امام بخاری نے رافع بن خدیج کی ایک روایت میں ذکر کیا ہے۔

کنا اکثر اھل المدینه حقلاً وکان احدنا یکری ارضه فیقول ھذه القطعه لی وھذه لك فربما اخرجت ذه ولم یخرج ذه فنھاھم النبی صلی اللہ علیه وسلم۔

ہم لوگ اہل مدینہ زیادہ کھیتی باڑی کرنے والے تھے اور اس شرط پر زمین کو کرایہ پر دیتے تھے کہ کھیت کے اس حصّہ کی پیداوار اس کی ہوگی اور اس حصّہ کی پیداوار اس کی ہوگی بسا اوقات ایک حصّہ میں فصل ہوتی اور دوسرے میں نہ ہوتی اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس سے منع فرمایا۔

ایک دوسری روایت میں نالیوں کے قریب کے کھیتوں کی پیداوار کو مخصوص کرنے کے طریقہ کی نشاندہی ملتی ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ فرماتے ہیں:

کنا فی زمن رسول اللہ نا خذ الارض بالثلث والربع بالماذیانات فقام رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی ذالك فقال من کانت له ارض فلیزرعھا فان لم یزرعھا فلیمنحھا اخاه فان لم یمنحھا اخاه فلیمسکھا۔ (صحیح مسلم ص۱۱/۲)

ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نالیوں کے گرداگرد کی زمین کی پیداوار کے تہائی اور چوتھائی پر زمینیں لیا کرتے تھے ۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا جس کے پاس زمین ہو وہ اسے خود کاشت کرے اگر خود کاشت نہیں کر سکتا تو کسی اپنے بھائی کو دے دے اور اگر اپنے بھائی کو نہیں دے سکتا تو اسے روک لے ۔

پیداوار میں مخصوص حصّہ کی تخصیص پر مزارعت

اس صورت میں مالک زمین مزارع کے ساتھ یہ طے کر لیتا کہ وہ زمین کے عوضانہ میں مخصوص مقدار جنس لینے کے بعد کل پیداوار کا ایک متعین حصّہ لے گا ۔ اس طرح کل پیداوار میں سے پہلے تو وہ مالک کے لیے مخصوص مقدار جنس نکال لی جاتی اور باقی پیداوار کو حسب معاہدہ حصّوں میں بانٹ لیا جاتا ۔ یہ صورت بھی کاشتکار کے لیے سراسر نقصان دہ تھی اور مالک کی زیادتی اور ظلم کا صریح مظاہرہ تھی ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورت کو بھی سختی سے منع فرما دیا ۔ غرضیکہ مزارعت میں دو افراد کی مشارکت کا معاملہ ہے ۔ اس معاملہ کو انصاف کی بنیاد پر ہونا چاہیے ۔ کسی فریق کی مجبوری سے یا کسی کی زبردستی کا اسے ناجائز فائدہ نہیں پہنچنا چاہیے ۔ اسلام فلاح معاشرہ کا دین ہے ۔ اس کی نظر میں غریب و امیر، مالک و کاشتکار اور مزدور سب برابر ہیں ۔ ہر ایک کو اس کی محنت کا جائز حصّہ ملنا ضروری ہے ۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ ارشادات مزارعت کی ممانعت میں اسی جذبہ کے تحت ہیں ۔ جہاں کہیں یہ معاملہ مالک و کاشتکار میں انصاف کی بنیاد پر ہوتا آپ اس کی اجازت فرما دیتے ۔ مہاجرین و انصار کی کاشتکاری میں مشارکت کی تحسین اس کی واضح دلیل ہے ۔

مزارعت کی جائز صورتیں

مزارعت مالک زمین اور کاشتکار کے درمیان ایک مضاربتی معاہدہ کی حیثیت رکھتا ہے ۔ اور یہ معاشرے کی ترویج و ترقی کے لیے ایک ضرورت ہے ۔ لیکن اس کی ناجائز اشکال کو جو

سر اس ظلم و تعدی کی بنیاد پر مبنی ہوں، اسلام کسی طور بھی تحفظ نہیں دیتا۔ مزارعت کی وہ صورتیں جن میں کسی فریق کی مجبوری یا زبردستی کی وجہ سے ناجائز فائدہ اٹھا کر کسی فریق پر ظلم کے ساتھ نقصان دہ شرائط پر معاہدہ کیا گیا ہو، اسلام کی رو سے بالکل ناجائز ہیں۔ ذیل میں مزارعت کی چند جائز اشکال کا اجمالاً ذکر کیا جاتا ہے۔

پیداوار زمین کے مخصوص حصّہ پر معاملہ

زمین کی زرخیزی اور عدم زرخیزی، پانی کی دستیابی و عدم دستیابی، خطرات بالائے ناگہانی کے اندیشے اور اسی طرح زمین کی ہمواری و آبادکاری پر محنت کی ضرورت و عدم ضرورت کے معاملات کو زمین کی مزارعت کے معاملہ میں پیش نظر رکھنے کی گہری ضرورت ہے۔ کاشتکار کو ان تحفظات و اندیشہ ہا کو پیداوار کے حصّہ کی تخفیض میں ملحوظ رکھنے کا حق حاصل ہے، جس معاملہ میں اس کی محنت اور اخراجات کے منہا کرنے کے بعد بھی پیداوار کا اسے اچھا حصّہ مالک زمین کے ساتھ مل سکتا ہو۔ اس پر معاملہ کرنے میں کوئی برائی نہیں۔ تہائی چوتھائی یا نصف پیداوار کا یہ تعین انہی حوالہ جات سے ہوگا۔ جہاں پر اخراجات کا بار مزارع زمین پر ہوگا اور اس کے ساتھ اس کی محنت بھی شامل حال ہوگی وہاں مالک زمین کو کسی طور پر بھی نصف پیداوار کا حصّہ لینے کا حق حاصل نہیں۔ اگر مالک زمین کے جملہ اخراجات برداشت کرنے کا ذمہ لے اور مزارع کو اس کی محنت کے بدلہ میں پیداوار کا تہائی حصّہ دے دے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ ناکارہ عدم زرخیز اور سیلابی و بارانی زمینوں میں ایسے معاملات طے کرنا ناجائز ہیں، کیونکہ اس طرح کسی بھی آفت ناگہانی سے زیادہ تر نقصان کاشتکار کو ہوتا ہے۔

مزارعت کی یہ صورت بعض آئمہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ کیونکہ اس میں تخمینہ و اندازہ کا زیادہ حصّہ ہے۔ بہتر شکل کاشتکار کے لیے اس کی محنت اور لاگت کے حوالہ سے حصّہ کے تعین کی ہے۔

نقد رقوم پر کراء الارض

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیداوار کے ایک متعین

حصّہ پر زمین کو کرائے پر دینے کی مخالفت کی ہے اور اسی کے ساتھ آپ نے یہ اجازت دی ہے کہ کوئی کاشتکار سونے چاندی یا نقد رقم کے معاملہ پر زمین کرائے پر لے، یہ معاملہ بھی پہلے کی طرح طے ہے کہ معاملہ زمین تمام جزئیات کو مدّنظر رکھ کر ہی طے کیا جائے گا جس قدر زمین کی زرخیزی ہوگی، جس قدر محنت درکار ہوگی جس قدر آبپاشی کے وسائل مہیا ہوں گے اور جس قدر پیداواری جنس کے نرخ ہوں گے۔ انہی کے حوالہ سے کاشتکار مالک زمین سے آزاد ہو کر معاملہ کرے گا اور مالک زمین کو بھی پوری آزادی کے ساتھ اپنی زمین کی آبادکاری کے حوالہ سے اپنی زمین کا کرایہ لینے کا اختیار رہے گا اور جو معاملہ طے ہوگا اس کے دونوں فریق پابند ہوں گے اور اسلام کسی کو بھی اپنے آزادانہ کئے ہوئے معاہدہ سے انحراف کی اجازت نہیں دے گا۔

ائمۂ دین اور مزارعت

مزارعت کے باب میں چونکہ مختلف آثار اور احادیث ماخذ کتب میں پائی جاتی ہیں اس لیے مزارعت کے مسئلہ کو جائز و ناجائز کی گتھیوں میں الجھا دیا گیا ہے۔ روایت حدیث میں محدثین کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ مضمون سے بحث کئے بغیر راویوں کے احوال کو دیکھ کر سند کے ساتھ آثار و احادیث کو نقل کر دیتے۔ جس کی وجہ سے آثار و احادیث کے سیاق و سباق کی شرح کھل کر سامنے نہ آسکی۔ مزارعت کے عدم جواز میں جو قول سامنے آیا اس کو دیکھ کر بعض نے مزارعت کو ناجائز بنا دیا حالانکہ احادیث کے پورے مجموعہ کو دیکھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عدم جواز کے اقوال ایک خاص پس منظر کے حامل تھے۔ جن کو بعض ائمۂ کرام نے سامنے رکھا اور ممانعت کی اشکالِ مزارعت کو علیحدہ کر دیا اور مزارعت کی جائز صورتوں کو علیحدہ بیان کر دیا۔ ذیل میں قارئین کے لیے ہم ائمۂ دین کے اقوال و آراء کو ایک ترتیب سے نقل کرتے ہیں جس سے مزارعت کے جواز و عدم جواز کی بحث کا فیصلہ کرنے میں بڑی مدد ملے گی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قربت کے حوالہ سے سب سے زیادہ تعلق پہلے خلیفۂ راشد حضرت ابوبکر صدیق کو ہے۔ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ معتمد ساتھی اور مشیر رہے ہے آپ نے مزارعت کو جائز رکھا جیسا کہ ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی نے "موسوعہ فقہ ابی بکر صدیق"

میں مزارعت کے باب میں لکھا ہے:

کان ابوبکر یری المزارعة والمساقاة جائزة والمعروف تاریخیًا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما فتح خیبر عامل اھلھا علی ان یقوموا بامر اراضیھا واشجارھا ولھم الشطر مما یخرج منھا، ولما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استمر ابوبکر صدیق علی معاملتھم ما عاملھم علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، بل وکان ابوبکر نفسہ یعطی ارضہ بالثلث، وظاھر ما تقدم ان العامل یاخذ من الخارج من الارض نسبة معلومة مشاعة کالثلث والربع ولا یجوز ان یسمی لہ قدر معین کعشرین وسقا مثلاً لاحتمال الا تخرج الارض الا ھذا القدر او اقل منہ وھذا ما فعلہ ابوبکر عندما کان یعطی ارضہ بالثلث۔ [1]

حضرت ابوبکر صدیقؓ مزارعت اور مساقاۃ کو جائز سمجھتے تھے اور تاریخی طور پر یہ معروف بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خیبر فتح کیا تو اہل خیبر کو اپنی زمینوں اور درختوں پر سے پیداوار کے ایک معین حصّہ پر معاملہ کیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس عمل کو جاری رکھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ کیا تھا۔

بلکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی زمین تہائی پر دیتے تھے۔ یہ بات واضح ہے کہ عامل تہائی، چوتھائی کی معلوم نسبت کے ساتھ زمین سے حاصل ہونے والی پیداوار کا حصّہ لیتے تھے اور یہ جائز نہیں کہ اس حصّہ کو بیس وسق کی قدر معین کا نام دیں کیونکہ زمین سے کم یا زیادہ پیداوار ہونے کا احتمال رہتا ہے اور یہی وہ عمل ہے جو حضرت ابوبکرؓ

---

[1] ص ۲۱۵ مطبوعہ دارالفکر دمشق ۱۹۸۳ء

کا ہمارے نزدیک رہا۔ کہ وہ اپنی زمین تہائی حصہ پیداوار پہ دیتے تھے۔
حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ دیگر خلفائے راشدین کا بھی یہی عمل رہا۔ جیساکہ امام ابویوسفؒ نے اپنی کتاب الخراج میں واضح کیا ہے۔

قال حدثنا الحجاج بن ارطاۃ عن ابی جعفر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ اعطی خیبر بالنصف فکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم یعطون ارضہم بالثلث ۔ (کتاب الخراج لابی یوسف ص۱۰۱)

حجاج بن ارطاۃ سے روایت ہے کہ حضرت ابوجعفر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے یہ حدیث بیان کی ہے کہ آپ نے خیبر کی زمینوں کو نصف پیداوار کے عوض دیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم اپنی زمینوں کو تہائی پیداوار کے عوض دیا کرتے تھے۔

خلفائے راشدین کے حوالہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی رائے بھی بڑی معنی خیز ہے کیونکہ آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے جو تعلق رہا وہ کسی دوسرے صحابی کو بہت کم ہے۔ اس لیے ان کی رائے کبھی تعلیمات نبوی یا عمل نبوی کے خلاف نہیں ہو سکتی۔ ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی نے اپنی کتاب "موسوعہ فقہ علی ابن ابی طالب" میں اس کی بابت یوں فرمایا ہے:

والمزارعۃ جائزۃ فی رای علی رضی اللہ عنہ ۔لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عامل اھل خیبر بالشطر ثم ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی وکان علی رضی اللہ عنہ یتعامل بھا۔
وجاء رجل الی علیؓ فوشی برجل فقال: انہ اخذ ارضا یضع بھا کذا وکذا فقال الرجل اخذتھا بالنصف اکری انھارھا۔ احفرھا واصلحھا واعمرھا فقال علیؓ لاباس ۔ ؎

؎ ص۵۵۵-۶ مطبوعہ دار الفکر دمشق ۱۹۸۳ء

مزاعت حضرت علیؓ کے نزدیک جائز ہے ۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کیساتھ نصف حصّہ پہ معاملہ کیا ۔ پھر حضرت ابوبکرؓ پھر حضرت عمرؓ پھر حضرت عثمانؓ پھر حضرت علیؓ نے جاری رکھا ۔ حضرت علیؓ ویسے بھی اسی پر ساری زندگی عامل رہے جس طرح ایک بار ایک آدمی حضرت علیؓ کے پاس ایک فرد کے خلاف معاملہ لے کر آیا اور کہا کہ اس نے زمین اس سے اسطرح لی تو دوسرے فرد نے کہا میں نے زمین نصف پیداوار پہ لی اور اس کی انہار کا کرایہ دیا ہے ۔ میں انہیں کھودتا رہتا ہوں ، انہیں درست کرتا رہتا ہوں اور ان کی تعمیر کا کام ذمہ داری سے کرتا ہوں تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ پھر اس میں کوئی مضائقہ نہیں ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عہد میں خیبر کی آمدنی سے اپنی ہر زوجہ طاہرہ کو سالانہ ایک سو وسق یعنی ، اسی وسق کھجور اور بیس وسق جو دیا کرتے تھے ۔ جب حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو اہل خیبر سازشوں میں ملوث ہوگئے تو آپ نے انہیں دوسری جگہ منتقل ہونے کا حکم دے دیا اور خیبر کی زمین مسلمان حصہ داروں میں تقسیم کر دی ۔ امہات المومنین کو آپ نے اختیار دیا کہ وہ چاہیں تو ان کے حصہ کی زمین انہیں دے دی جائے یا انہیں حسب دستور سابق ایک سو وسق سالانہ ملتے رہیں ۔ ازواج مطہرات میں سے بعض نے یہ پسند کیا کہ حضرت عمرؓ ان کا حصّہ زمین الگ کر دیں اور بعض نے سو وسق لیتے رہنے کو ترجیح دی حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے یہی شکل پسند کی ۔ اب یہ بات ظاہر ہے کہ دیگر امہات المومنین نے اپنی زمین کا حصّہ خود کاشت کرنے کی بجائے حسب سابق بٹائی پہ دیا ہوگا ۔ اسی طرح روایات میں ملتا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی اپنی زمینیں تہائی اور چوتھائی کے عوض دیتے تھے ۔

جلالت حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو شرعی احکام کے حوالہ سے اسلامی فقہی تاریخ میں منفرد حیثیت حاصل ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے اور انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دعاؤں کے حوالہ سے علم کے میدان میں جو برکت حاصل تھی ، وہ کسی دوسرے صحابی کو حاصل نہ تھی ، آپ کی رائے کے بارے میں حضرت عمرو بن دینار سے مروی روایت بڑی اہمیت کی حامل ہے ۔ اس میں ان روایات کا بھی اشارہ ملتا ہے جو مزارعت کے عدم جواز میں مروج ہو چکی

تھیں ۔ روایت کچھ اس طرح سے ہے ۔

عن عمرو بن دینار عن طاؤس قال قلت له یا ابا عبد الرحمٰن لو ترکت المخابرة فانهم یزعمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نهی عنها ۔ فقال اخبرنی اعلمهم یعنی ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم ینه عنها ولکنه قال لان یمنح احدکم اخاه ارضه خیر له من ان یاخذ علیها خراجًا معلومًا ۔

حضرت عمرو بن دینار ، طاؤس سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ اے ابو عبد الرحمٰن کاش آپ مخابرہ ترک کر دیتے کیونکہ لوگ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخابرہ سے منع فرمایا ہے طاؤس نے جواب دیا کہ ان میں سب سے بڑے علم والے یعنی حضرت ابن عباس نے مجھے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا ۔ البتہ انہوں نے یہ فرمایا کہ تم میں کوئی اپنے بھائی کو اپنی زمین عطا کر دے تو یہ یقینًا بہتر ہے اس بات سے کہ اس زمین پر ایک معلوم و معین خراج لے ۔

ایک دوسری سند کے ساتھ عمرو بن دینار کے یہ الفاظ مروی ہیں :

فبین ابن عباس رضی اللہ عنه ان ما کان من النبی صلی اللہ علیه وسلم فی ذلك لم یکن للنهی وانما اراد الرفق بهم ۔

تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا (کہ اپنے بھائی کو زمین بخش دے ...) تو اس سے مقصود نہی اور منع کرنا نہیں تھا آپ کا مقصد صرف یہ تھا کہ آپس میں رفق اور محبت کا معاملہ کریں ۔

حضرت زید بن ثابت جو کہ حضور کے اجلّہ صحابہ میں سے ایک ہیں اور کتابت وحی کا بھی انہیں شرف حاصل تھا اور اس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کو سمجھنے میں ان کی رائے بڑی صائب ہے ۔ حضرت رافع بن خدیج کی روایت جو عدم جواز مزارعت کے باب میں سب

سے اہم ہے، کے حوالہ سے فرماتے ہیں۔

یغفر اللہ لرافع بن خدیج انا واللہ کنت اعلم بالحدیث منہ انما جاء رجلان من الانصار الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد اقتتلا فقال ان کان ھذا شانکم فلا تکروا المزارع فسمع قولہ لاتکروا المزارع۔

اللہ تعالیٰ رافع بن خدیج کی مغفرت کرے واللہ میں ان سے زیادہ علم حدیث رکھتا ہوں واقعہ یہ ہے کہ انصار میں سے دو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے دونوں ایک دوسرے سے سختی کے ساتھ جھگڑ رہے تھے حضورؐ نے اس پر فرمایا اگر تمہارا یہی حال ہے تو اپنے کھیتوں کو کرائے پر نہ دو تو رافع نے حضور کے قول (فلاتکروا المزارع) کو سنا۔

امام زہری نے حضرت رافع بن خدیج سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں کراء الارض کی ایک مخصوص صورت کی وضاحت ملتی ہے۔ جس کی وجہ سے ممانعت کی گئی۔

روی عن الزھری ان رافع بن خدیج قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کراء الارض قال ابن شھاب الزھری فسئل رافع۔ بعد ذلک۔ کیف کان یکرون الارض۔ قال بشئ من الطعام مسمی ویشترط ان لنا ما تنبت ماذیانات الارض واقبال الجداول۔ رواہ نسائی

امام زہری سے مروی ہے کہ حضرت رافع بن خدیج نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا ہے۔ ابن شہاب زہری کہتے ہیں۔ اس پر حضرت رافع سے پوچھا گیا۔ کرایہ پر زمین لوگ کیسے دیتے تھے؟ تو آپ نے فرمایا۔ غذائی اجناس میں کسی کا نام لے کر اور ساتھ ہی شرط لگاتے تھے کہ ہمارے لیے زمین کا وہ ٹکڑا ہوگا جو پانی کی گذرگاہوں کے ساتھ ساتھ ہوگا اور وہ قطعات

جو شروع میں یا گذرگاہوں کے کناروں پر ہوں گے۔ اسے امام نسائی نے روایت کیا ہے۔
روایت بالا سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ کہ مزارعت کی صرف ظالمانہ صورتوں کی ممانعت تھی۔ جبکہ مزارعت کو اپنی بہتر اشکال کے ساتھ کسی قسم کی کوئی ممانعت نہیں ملتی۔ اور عمل صحابہ کرام اس کا واضح ثبوت ہے، ابن قدامہ نے المغنی میں لکھا ہے۔

لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم استمر علی العمل بہ۔ ومن بعدہ الخلفاء حتی اجلی عمر (رضی اللہ عنہ) الیہود عن خیبر، ثم استمر المسلمون بعد ذلک یعملون بالمزارعۃ ومحال ان ینھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن شیٔ ویستمر المسلمون علی فعلہ۔

یہ اسی لیے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کئے رکھا اور ان کے بعد خلفاء نے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے خیبر سے یہودیوں کو بے دخل کر دیا۔ پھر سب مسلمان اس پر عمل کرتے آرہے ہیں اور یہ محال ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شے سے منع کیا ہو اور مسلمانوں نے اس کو پھر بھی جاری رکھا ہو۔
امام بخاری نے عمل مدینہ کے حوالہ سے قیس بن مسلم کی روایت درج کی ہے۔

قال قیس بن مسلم: عن ابی جعفر قال ما بالمدینۃ اھل بیت الا یزرعون علی الثلث والربع۔

قیس بن مسلم ابی جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: مدینہ میں مہاجرین کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جو تہائی چوتھائی کے حصہ پر مزارعت نہ کرتا ہو۔

امام سعید بن مسیبؓ ایک مشہور فقیہہ محدث اور نامور تابعی ہیں صحابہ کرام بھی اکثر دینی احکام کے بارے میں ان کی رائے کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ آپ نے عشرہ مبشرہ صحابہ کرام، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابوہریرہؓ، ازواج مطہرات اور دیگر مدینہ کے صحابہ سے براہِ راست حدیث اخذ کی اور ان سے دینوی معاملات میں دین کی روشنی حاصل کی۔ آپ فرماتے تھے کہ مجھ سے بڑھ کر کوئی ایسا فرد نہیں جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عدالتی فیصلے زیادہ معلوم ہوں۔ راوی کا گمان ہے کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کا بھی نام لیا تھا۔

آپ سے مزارعت کے بارے میں حضرت ابن منذر اور ابن قدامہ جو قول نقل کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ مزارعت جائز ہے۔

حضرت قتادہ نے بھی حضرت سعید بن مسیبؓ اور ابن سیرین کے بارے کہا ہے کہ وہ دونوں زمین کا معاملہ تہائی چوتھائی پر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ یہی نقطہ نظر خلفائے راشدین حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت معاذ بن جبل، حضرت خباب، حضرت حذیفہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عمار، حضرت زید، آل علی، باقر، جعفر صادق، عمر بن عبدالعزیز، امام زہری، حضرت طاؤس، حضرت عبدالرحمٰن بن الاسود، حضرت موسیٰ بن طلحہ، حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ، حضرت امام ثوری، حضرت امام اوزاعی، حضرت امام اسحاق، حضرت قاسم، حضرت سالم، حضرت حسن، حضرت ابن سیرین اور حضرت امام لیث جیسے بلند مرتبہ صحابہ کرام اور تابعین عظام کا تھا[1]۔

حنبلی مکتب فکر کے نزدیک مزارعت جائز ہے اور اس کی شرائط درج ذیل ہے۔

تصح المزارعة اذا كان البذر من رب الارض والعمل على العامل فى ظاهر المذهب وفى رواية يجوز ان يكون البذر من العامل[2]

مزارعت جائز ہوگی جب مالک زمین بیج بھی دے اور کاشتکار اس پر محنت کرے۔ ظاہر مذہب یہی ہے۔ ایک اور روایت میں اگر کاشتکار بھی بیج دے دے تو یہ بھی جائز ہے۔

امام احمد بن حنبل مزارعت کو جائز قرار دیتے تھے۔ روایت ہے۔

اخبرنا ابوبكر قال حدثنا ابوداؤد قال سمعت احمد سئل عن

---

[1] فقہ الامام سعید بن مسیب مرتبہ ہاشم جمیل عبداللہ ۴/۱۰۷ مطبوعہ عراق از احیاء التراث الاسلامی ۱۹۷۵ء

[2] معجم المغنی الفقہ الحنبلی ۲/۸۸۲ مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

المزارعة فقال بالثلث والربع جائز ويعجبنی ان یکون البذر من صاحب الارض۔

حضرت ابو داؤد سے ابوبکر روایت کرتے ہیں کہ حضرت احمد بن حنبل سے مزارعت کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ تہائی حصّہ پر مزارعت جائز ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ بیج صاحب زمین کے ذمہ ہو۔[له]

امام ابوالحسن تقی الدین علی بن عبدالکافی السبکی مزارعت کے جواز و عدم جواز کی جملہ روایات پر نقد و تاویل کرنے کے بعد کہتے ہیں۔

واما المزارعة والمخابرة فليس فيه تعرض لهما كما قلنا فی حدیث رافع وغيره ففی حديث زيد بن ثابت هذا فائدة عظيمة وهو الراوية عن النبی صلی الله عليه وسلم الرخصة بكراء الارض بذهب او فضة اما امرا واما رخصه هذا دليل الجمهور فی جواز كراء الارض بذلك فهو الحق ان شاء الله تعالیٰ۔ ۴۰۲/۱

مزارعت ہو یا مخابرت تو ان دونوں میں کوئی تعرض نہیں۔ جیسا کہ ہم نے رافع بن خدیج کی حدیث میں کہا ہے۔ حضرت زید بن ثابت کی حدیث میں بڑا عظیم فائدہ ملتا ہے کہ یہ روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زمین کو کرایہ پر دینے کی اجازت میں ہے۔ یہی چیز جمہور کے لیے زمین کو کرایہ پر دینے میں بڑی دلیل ہے اور یہی حق ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔

مالکی مکتب فکر کے نزدیک مزارعت کا معاملہ شراکت کے ہم معنی ہے۔ یہ معاملہ صرف اس صورت میں باطل ہو سکتا ہے جب ایک فریق زمین کا مالک ہو اور بیج، محنت اور آلات کشاورزی فریق ثانی کے ہوں۔ مالکیہ کے نزدیک مشارکت باہمی میں زمین

له کتاب مسائل الامام احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی / مؤلفہ ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی مطبوعہ بیروت ص ۲۰۰

کی پیداوار کو اس زمین کا کل کرایہ یا کرائے کا کچھ حصہ قرار دینا منع ہے۔ یہ نہ ہو تو مزارعت حلال ہے بشرطیکہ فریقین نفع میں برابر کے شریک ہوں۔ بعض مالکی علماء کے نزدیک زمین کو اس کی پیداوار کے عوض کرائے پر دینا جائز ہے۔ لیکن ان کے مسلک کی رو سے یہ قول ضعیف ہے۔ تاہم مالکیہ نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ اگر کسی زمین پر جس میں پودے لگے ہوں اور وہ قابل زراعت بھی ہو تو کسی شخص سے عقد مساقاہ کا معاملہ کر کے اس شخص کو یہ اجازت ہوگی کہ وہ باغ کے ساتھ زمین کی پیداوار کے کچھ حصے کے عوض مزارعت کرے۔

شوافع کے نزدیک مزارعت کاشتکار کا زمین کی پیداوار کے ایک حصّے پر زمیندار سے معاملہ کرنے کا نام ہے اور شرط یہ ہو کہ بیج زمیندار دے۔ جبکہ مخابرہ میں بیج کاشتکار کے ذمہ لگایا جاتا ہے۔ جو کہ ناجائز ہے۔

احناف کے نزدیک مزارعت باہمی کھیتی باڑی کا معاہدہ ہے جو زمین کی پیداوار کے کچھ حصّے پر کیا جائے۔

امام ابوحنیفہؒ مزارعت کے جواز کا فتوی اس طور پر دیتے ہیں کہ زمیندار اور کاشتکار دونوں آلاتِ کشاورزی اور بیج کے مالک ہوں اور کاشتکار کو زمین کا وہ حصّہ پیداوار میں سے ملے جو باہمی رضامندی سے طے ہو۔ لیکن یہ حصّہ کاشتکار کی اجرت نہیں ہوگی بلکہ باہمی کاشتکاری میں اس کے رکن ہونے کا وہ جائز حصّہ ہوگا۔ امام محمد اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کاشتکار زمین کو ٹھیکے پر لے کر اس میں کھیتی کرے اور پیداوار کا کچھ حصّہ مالکِ زمین کو دے یا یہ صورت ہو کہ مالک زمین خود کاشتکار کو اپنی زمین پر کاشتکاری کے لیے پیداوار کے ایک مقررہ حصّے کے عوض کام پر لگائے[1]

مندرجہ بالا فقہاء کرام کی آراء سے یہ بات واضح ہوئی ہے کہ مزارعت چند مشروط صورتوں میں جائز ہے۔ مالک زمین اور کاشتکار اپنے حالات، زمین کی خاصیت، ذرائع کاشت

---

[1] ماخوذ از کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ مولفہ عبدالرحمٰن الجزیری۔ قسم المعاملات جزو ۳/۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۹۶۹ء

اور اجناس کی قیمتوں کے حوالہ سے باہمی رضامندی سے کوئی جائز صورت اختیار کر سکتے ہیں فقہاء کرام نے مزارعت کے جواز کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کو لازمی قرار دیا ہے ۔

۱:۔ فریقین ذی عقل ہوں ۔کسی مجنوں یا بے شعور بچہ کا معاملہ کرنا صحیح نہ ہوگا ۔

۲:۔ صاحب معاملہ آزاد ہو ۔کسی غلام کا معاملہ کرنا درست نہ ہوگا ۔

۳:۔ مزارعت میں کھیتی کا معاملہ واضح ہونا چاہیے ۔کیونکہ درخت لگانے یا کسی خاص فصل کاشت کرنے کی پابندی کی صورت میں بیج کے مہیا کرنے کی ذمہ داری کی وضاحت ضروری ہے ۔ عدم توضیح کی صورت میں معاملہ فسخ ہوگا ۔

۴:۔ کھیت کی پیداوار کے بارے میں وضاحت کر دی جائے کہ مالک اور کاشتکار میں پیداوار کی تقسیم کا کیا تناسب رہے گا ۔

۵:۔ رواج عام کا لحاظ رکھا گیا ہو ۔

۶:۔ رقبہ قابل کاشت ہو اور پانی دستیاب ہو ۔

۷:۔ رقبہ کی حدود و قیود اور مزارعت کے لیے مدت کار کا بھی پیشگی طے کر دینا ضروری ہے ۔

۸:۔ زمین پر کاشتکار کے لیے کاشت میں کوئی رکاوٹ نہ ہو ۔

۹:۔ زمین کی پیداوار کی برداشت کے بارے اصول طے ہوں ۔

مساقاۃ

جس طرح کھیت کا کاشت کے لیے دینا مزارعت ہے اسی طرح کھیت کو باغات کے لگانے کے لیے دینا" مساقاۃ " کہلاتا ہے ۔

عہد نبوی میں لوگ اپنی زمینوں کو باغات کے لیے پھلوں کی بٹائی پر دیتے تھے مہاجرین جب تہی دامن ہو کر مدینہ آئے اور انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ گذارش کی کہ آپ ہمارے باغات اور کھجور کے درختوں کو مہاجروں اور انصار میں برابر برابر بانٹ دیں تو آپ نے انکار کر دیا ۔ بعد میں جب انصار نے دوسری صورت یہ پیش کی کہ مہاجرین ہمارے باغات پر کام کریں ان کی آبپاشی ، گوڈی اور رکھوالی کی محنت کا ذمہ لے لیں اور اس پہ باغات کا پھل ہم دونوں میں برابر برابر بانٹ دیا جائے تو حضور نے یہ تجویز منظور فرمالی ۔ اسی طرح

فتح خیبر کے بعد اہل خیبر کے پاس باغات انہی شرائط کے ساتھ چھوڑ دیے گئے کہ وہ باغات کی رکھوالی، آبپاشی اور گوڈی کا کام کریں اور پھل جو بھی حاصل ہوگا وہ مسلمانوں اور یہودیوں میں آدھا آدھا ہو جائے گا۔ ان دونوں واقعات سے متعلق روایات امام بخاری، امام مسلم اور امام مالک جیسے جید محدثین نے مختلف طرق اور اسانید سے کئی اصحابہ کرام سے نقل کی ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں اہل خیبر کے ساتھ یہ معاملہ جاری رہا۔ خلافت سے محصل جاتے اور حسب معاہدہ پھل اور غلہ تقسیم کر کے لے آتے۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں جب نقص امن کے حوالہ سے یہودیوں نے سازشیں کرنا شروع کر دیں تو آپ نے معاہدہ فسخ کر دیا اور یہودیوں کو دوسری جگہ منتقل ہونے کا حکم دے دیا۔

باغات کا معاملہ آفات سماوی و ناگہانی کی وجہ سے بڑے اندیشیوں کا شکار رہے۔ اس وجہ سے اس معاملہ میں بڑے خطرات اور نقصانات کے احتمالات کی وجہ سے آئمہ دین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ترجیح اسی بات کو ہے کہ باغات کی پیداوار کی بجائے معاملہ نقد اجرت پر کیا جائے۔ لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں اس معاملہ کے خیر و شر کا جو پہلو سامنے آتے ہیں ان کی بنا پر یہی کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہ معاملہ بھی اسی اصول کے تحت طے کیا جائے جو عرف عام میں کسی ظلم و جبر کی بنیاد پر نہ ہو۔

آبپاشی

پانی خداوند تعالیٰ کی وہ نعمت ہے جس کی ضرورت ہر ذی روح کو ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا:

وجعلنا من الماء کل شیء حي

اور ہم نے ہر زندہ شے کو پانی سے بنایا۔

اس لیے پانی، اللہ تعالیٰ کی دوسری نعمتوں زمین اور ہوا کی طرح تمام انسانوں حیوانوں اور نباتات کے لیے مباح عام ہے۔ کوئی فرد اس پر پابندی لگا کر کسی ذی روح کو اس سے محروم نہیں کر سکتا۔ نباتات و فصلات کے لیے پانی دینے کے عمل کو آبپاشی کے نام سے یاد کیا جاتا

ہے۔ بارشوں اور ان کے پانی سے بھرے جانے والے تالابوں، دریاؤں سمندروں اور ندی نالوں پر تمام مخلوق کا حق ہے۔ لیکن اس میں یہ ضروری ہے کہ کوئی اپنے حق کے انتفاع سے دوسرے کو اس کے حق سے استفادہ کرنے میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتا۔ اسلام نے آبپاشی کے لیے مندرجہ ذیل اصول طے کئے ہیں۔

(ا)۔ مباح عام پانی

دریاؤں، ندی نالوں، تالابوں اور چشموں کے پانی سے اسلام تمام لوگوں کو اپنی فصلات کی آبپاشی کے لیے اجازت دیتا ہے۔ بہتر استفادہ کے لیے لوگ خود مختار ہیں کہ وہ باہمی انصاف کو قائم رکھنے کے لئے پانی سے بہتر استفادہ کے لیے مناسب لائحہ عمل خود طے کر لیں یا حکومت وقت اس لائحہ عمل کو بنا کر لاگو کر دے تاکہ کسی فرد کو کسی قسم کی محرومیت کی شکایت نہ پیدا ہو۔

(ب)۔ ذاتی خرچ پر پیدا کیا گیا پانی

وہ پانی جو کسی زمین دار یا کاشتکار نے ذاتی خرچ سے چشمہ، کنواں یا نہر ندی نالے کی صورت میں لایا ہو تو اس میں اس کا حق مقدم ہے۔ عام پینے کے لیے وہ کسی قسم کی کسی پر بندش نہیں لگا سکتا۔ تاہم آبپاشی کے لیے اس سے استفادہ کے لیے اجازت ضروری ہے۔ اگر اس کی ضرورت سے زائد پانی ہو اور وہ کسی کو اس سے استفادہ کرنے کی اجازت نہ دے رہا ہو تو حکومت کے نزدیک وہ مجرم ہے اور اسے اس کی سزا دی جا سکتی ہے۔

(ج)۔ ذرائع آب کے حریم اور ان کے استعمال کا حق

اسلام نے ہر پانی کے ذریعہ یعنی نہر، تالاب، چشمہ وغیرہ کے ارد گرد کی زمین کو خالی چھوڑا ہے تاکہ عوام الناس کے استفادہ کیلیے اس خاص ذریعہ آب سے استفادہ میں کسی قسم کی دقت پیش نہ آئے۔ نہر کے لیے فقہائے کرام نے زمین کی سختی و نرمی کو دیکھ کر نہر کی چوڑائی کے برابر زمین کو حریم قرار دیا ہے۔ اس حد میں کسی کو دیوار کھڑی کرنے، عمارت بنانے، کھیتی باڑی کرنے، کنواں کھودنے یا کسی قسم کا کوئی

تصرف کرنے کی اجازت نہیں دی۔ امام شافعیؒ نے نہر کی حریم کوئی مقرر نہیں کی بلکہ یہ معاملہ عرف عام پر چھوڑ دیا ہے کہ حکومت عرف و رواج کو دیکھ کر حریم کی حد کو مقرر کر سکتی ہے چشمہ کے لیے حریم تین سو ذراع اور فوارے والے چشمے کیلیے پانچ سو ذراع ہے۔ ایک روایت میں دو سو ذراع ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ خلافت یا حکومت تمام ذرائع آبی سے عوام کے بہتر استفادہ کے لیے حریم کی مناسب حد متعین کر سکتی ہے۔

(ج) حقوق اراضی

زمین خداوند تعالیٰ کا عطیہ ہے اور اس کا حقیقی مالک صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

الارض للہ۔

زمین صرف اور صرف اللہ کی ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

له ما فی السموات وما فی الارض۔

اسی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو زندگی کے اسباب مہیا کیے۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔

ولقد مکنا کم فی الارض وجعلنا لکم فیها معایش۔

اور ہم نے زمین میں تمہیں تمکنت بخشی اور تمہارے لیے اس میں وسائل رزق مہیا کیے۔

زمین پر ان اجتماعی حقوق کی تفویض کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے انسان کو انفرادی ملکیت بھی عطا کی جیسا کہ اس سے پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں۔ قرآن مجید میں اس حوالہ سے یہ آیت بڑی معنی خیز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان الارض للہ یورثها من یشاء من عباده۔

بے شک زمین اللہ کی ہے پس وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث (مالک) بنا دیتا ہے۔

آیات بالا کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ زمین پر رہنے والی خدا کی مخلوق کو اس عطیہ خداوندی کے حوالہ سے انفرادی و اجتماعی دونوں طرح کے حقوق حاصل ہیں اور اور معاملاتِ زندگی میں اللہ تعالیٰ نے حکومت کو انہی حقوق کی پاسداری اور حفاظت کا حکم دیا ہے۔ ذیل میں زمین کے حوالہ سے انفرادی و اجتماعی حقوق کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ انفرادی / اجتماعی حق ملکیت۔

۲۔ حقِ عامۃ الناس۔

انفرادی / اجتماعی حقِ ملکیت

زمین پر جب کسی فرد یا جماعت کو حقِ ملکیت حاصل ہوجاتا ہے تو اس کو اس زمین کے استعمال، استغلال اور تصرف کے حقوق حاصل ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ حق ملکیت کی تعریف میں یہی چیز واضح ہے۔

لمالك الشي وحده، فى حدود القانون، حق استعماله واستغلاله والتصرف فيه۔

کسی شئے کے مالک کو قانون کی حدود میں یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس شئے کو استعمال، انتفاع اور تصرف میں دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں مقدم رہتا ہے۔

حق ملکیت کے حوالہ سے کسی فرد کو مصلحت عامہ وخاصہ سے ٹکرانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ تاہم اس سے ہٹ کر کسی فرد یا جماعت کو جو حقوق حاصل ہوتے ہیں ان کی اجمالی سی تصویر ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

۱۔ حق استعمال

حق استعمال کے حوالہ سے زمین کے مالک کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اسے کاشت کر کے اپنے لیے خوراک واغذیہ پیدا کرے۔ اسی طرح اسے یہ بھی حق حاصل ہے کہ وہ زمین پر اپنے لیے گھر بنائے اور اپنے بال بچوں اور جانوروں کی پرورش وپرداخت کا سامان پیدا کرے۔ مالک زمین اپنے اس حق کو عاریتاً مستقلاً کسی بھی شخص کو دے سکتا ہے۔

الوسیط فی شرح القانون المدنی میں حق ملکیت کے بارے میں حق استعمال

زمین کا عدم استعمال بھی مالک کے لیے استعمال ہی ہے ۔ جیسا کہ کوئی صاحب گھر بنائے اور اس میں رہائش رکھنے کی بجائے اسے خالی چھوڑ دے لیکن قانون کی نظر میں اس طرح کا حق استعمال ملکیت کے لیے ضرر رساں ہے ۔ کیونکہ شرعی نقطۂ نظر سے کسی فرد کو اپنی ملکیت میں آنے والی زمین پانچ سال تک مسلسل بے کار رکھنے پر حق ملکیت سے محروم کیا جا سکتا ہے ۔ جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بخشی ہوئی زمین کے حوالہ سے کیا۔

۲ ۔ حق استغلال

استغلال سے مراد زمین سے غلہ لینے کے ہیں ۔ اور غلہ سے مراد مکان کا کرایہ اور زمین کا ماحصل ہے ۔ ان معانی کے حوالہ سے مالک زمین کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی زمین کا ماحصل جمع کرے۔ یہ ماحصل چاہے پیداوار کی صورت میں ہو چاہے نقد رقم کے کرایۂ زمین کی صورت میں ہو ۔ اس حق کے تحت مالک زمین اپنی زمین کسی مزارع کو مزارعت پر یا کسی متاجر کو اجارہ پر دے سکتا ہے۔
اسی طرح اس حق کے تحت مالک زمین کو زمین سے نکلنے والی معدنیات اور دیگر اشیاء سے استفادہ کرنے یا انہیں بیچ کر قیمت حاصل کرنے کا بھی حق ہے ۔ اس حق سے استفادہ اس طور پر بھی ممکن ہے جس طرح ایک مالک اپنی گاڑی ایک ڈرائیور کے حوالہ کر دیتا ہے اور اسے اجرت پر رکھ لیتا ہے اور جو مال ڈرائیور گاڑی کے استعمال سے کماتا ہے وہ مالک کے پاس چلا جاتا ہے ۔

حق استغلال کی حد زمین کی گہرائیوں سے لے کر اس کی بلندیوں تک ہے ۔ جس کے حوالہ سے مالک زمین اپنی زمین میں بلند عمارات بنا کر کرایہ پر چڑھا کے کرایہ حاصل کر سکتا ہے ۔ اس طرح مالک اپنی زمین کی تہوں میں بھی کسی بنیاد سے اپنی روزی کے ذرائع بنا سکتا ہے ۔

حق استعمال کی طرح حق استغلال میں بھی مالک زمین حق جار کے تقاضوں کا پابند ہے اور وہ رواج عام اور مصلحت عامہ سے کسی طور پر بھی انحراف نہیں کر سکتا ۔ قانون شرعی کا ملحوظ رکھنا بہر حال ضروری ہوگا ۔ جس طرح کہ اس حق کے تحت شریعت کسی کو زمین میں ممنوعہ فصلات کاشت کرنے کی اجازت نہیں دے سکتی ۔ اسی طرح کسی فرد کو یہ بھی اجازت نہیں کہ وہ زمین کے اندر چھپے ہوئے خزانوں سے نہ تو خود فائدہ اٹھائے اور نہ کسی کو اجازت دے حکومت

کے حوالہ سے درج ہے۔

ویعتبر من قبیل الاستعمال اعمال الحفظ والصیانة التی یقوم بها المالك فی ملکه کما اذا رمم منزله او اعاد بناءه بعد ان کاد ینهدم او سوی ـ الارض

جو اعمال مالک اپنی مملوکہ شے کی حفاظت اور بچاؤ کے لیے سرانجام دیتا ہے وہ استعمال کے قبیل سے شمار ہوں گے مثلاً جب اس کا مکان پرانا ہو جائے یا گرنے کے قریب ہو تو نئے سرے سے بنائے یا زمین کو کاشت کے قابل بنانے کے لیے اسے برابر کرے۔

الزرعیة لجعلها صالحة للزراعة او حفر الترع والمصارف فی الارض الزراعیه، او سور الارض او اقام حوائط علی جوانبها او حفر خنادق علی حدودها او اصلح ایساره او قام بتزینیها او تشجیمها [1]

۔ یا نہر کھودے اور زرعی زمین میں محنت کرے یا زمین کے گرداگرد دیواریں کھڑی کر کے پناہ مہیا کرے۔ یا اس کی حدود پر خندقیں کھودے یا گزرگاہوں کی اصلاح کرے یا اس کو ہموار اور برابر کرے۔

حق استعمال کے حوالہ سے مالک زمین کو اپنی زمین میں درخت لگانے انہیں بیچنے کا بھی حق ہے۔ اسی طرح سے جو بھی کام جائز ہے وہ زمین کے حوالہ سے مالک اس پر کر سکتا ہے۔ اس میں کوئی قید سوائے قانون کے نہیں ہے۔

حق استعمال میں مالک کو اس حد تک پابند کیا گیا ہے کہ وہ اپنی حدود کو پڑوسی کی حدود سے آگے نہ بڑھائے اور نہ ہی اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی زمین کا اس طرح استعمال کرے کہ اس سے اس کے پڑوسی کا کوئی نقصان ہو۔

---

[1] الوسیط مؤلفہ عبدالرزاق سنہوری ۸ / ۴۹۷ مطبوعہ بیروت ۱۹۶۷ء

کو اس معاملے میں اختیار ہے اگر کوئی مالک کسی زمین سے بھرپور استفادہ کرنے سے قاصر ہے تو حکومت اس کو اس زمین کا تبادل فراہم کر کے یا اسے قیمتاً خرید کر اس زمین سے بے دخل کر سکتی ہے ۔

۲ ۔ حق تصرف

زمین پر ملکیت کی بنیاد پر مالک کو حق تصرف کا جو حق حاصل ہوتا ہے یہ بڑا وسیع الاطراف ہے ۔ اس حق کے تحت مالک کو زمین کی خرید و فروخت شراکت، قرض کے لیے رہن رکھنا، ہبہ کرنے، وصیت کرنے اور وقف کرنے کا اختیار ہے ۔

انفرادی ملکیت میں مذکورہ بالا حقوق ایک فرد باسانی حاصل کر سکتا ہے جبکہ اجتماعی ملکیت میں تمام مالکان کی مرضی کے بغیر مذکورہ بالا جہات پر عمل نہیں ہو سکتا ۔

اسی طرح اگر ملکیت میں آنے والی زمین پہلے ہی رہن ہو تو اس کی فروخت تبادے یا اس کے ہبہ وغیرہ کرنے کا حق استعمال نہیں کیا جا سکتا ۔ اسی طرح شفیع اگر تمام شفعہ کی شرائط پورے کرنے پر آمادہ ہو تو پھر بھی مالک کو یہ اختیار نہیں کہ وہ کسی اور کو وہ زمین فروخت کرے ۔ اسی طرح اموال موقوفہ میں چونکہ حق ملکیت مکمل طور پر نہیں ہوتا اس لیے وقف جائیداد پر بھی حق تصرف محدود رہتا ہے ۔

کسی معاہدہ، وصیت اور مصلحت عامہ کی وجوہ پر حق تصرف میں کامل تصرف کے اختیارات محدود ہو جاتے ہیں ۔

حق عامۃ النّاس

مذکورہ بالا حقوق تو وہ تھے جو کسی مالک زمین کو حاصل تھے اب ذیل میں چند ایسے حقوق کا ذکر کیا جائے گا جو عامۃ الناس کو اس زمین کے حوالے سے حاصل ہوں گے ۔

۱ ۔ حق جار | زمین کی حدود کے گرد و نواح میں آباد ہمسائیوں کو بھی زمین کے استعمال و استغلال میں اس حد تک حق حاصل ہے کہ کوئی امر بھی ان کے لیے پریشانی کا

باعث نہ بنے ۔ مثلاً کوئی آدمی اپنی زمین پر اس طرح عمارت کھڑی نہیں کر سکتا کہ پڑوسی کے لیے روشنی اور ہوا کا آنا ناممکن ہو جائے ۔ اسی طرح کوئی بھی مالک اپنی زمین کے حق تصرف کے تحت یہ نہیں کر سکتا کہ پڑوسی کے لیے ضرر رساں عوامل وہاں جمع کر دے ۔

ب ۔ حق مرور عامۃ الناس کو زمین کی روشوں پر گزرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے ۔ مگر مالک زمین کو ان راستوں کی نشاندھی کرنے کا بھی حق ہے جہاں عامۃ الناس کے جانے سے اس کی املاک یا فوائد کو نقصان پہنچ سکتا ہے ۔ اسی طرح زمین کی حدود سے پانی گزارنے مویشی چرانے اور پلانے کی بھی اس حد تک اجازت ہے کہ اس سے مالک زمین کے مفادات مجروح نہ ہوتے ہوں ۔

ج ۔ حق شرب زمین کے اندر پھوٹنے والے قدرتی چشمے اور ان کی حریم عامۃ الناس کے لیے ممنوعہ نہیں قرار دی جاسکتیں ۔ لوگوں کو مالک زمین کی اجازت سے اس کی ضرورت سے زائد پانی اپنی فصلوں تک لے جانے اور خالی زمینوں سے گزار کر وہاں کے چشمے، تالاب یا کنویں سے پانی پلانے کا حق ہے کسی بھی مالک زمین کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنی زمین میں واقع تالاب، چشمے، کنویں یا گزرتے ندی نالے سے جانوروں، انسانوں اور راہ چلتے مسافروں کے لیے ان سے پانی پینے کا معاوضہ وصول کرے ۔ یا اس پر پابندی عائد کرے ۔

د ۔ حق استراحت عامۃ الناس کو کسی بھی مالک کی ملک میں آنے والی زمین کے اندر اگنے والے درختوں کے سایہ میں استراحت کرنے کا اس حد تک حق حاصل ہے کہ اس سے اس کی کسی فصل یا اس کے مفاد کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو ۔ گزرتے مسافروں کو سایہ دار درختوں میں بیٹھنے، خالی زمین پر پڑاؤ ڈالنے اور رات گزارنے کی اجازت حاصل کر کے قیام کرنے کا حق ہے ۔